ماہنامہ

انوارِ مدینہ

شمارہ : ۹	ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ / ستمبر ۲۰۱۳ء	جلد : ۲۱

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر
امریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس
www.jamiamadniajadeed.org
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 0954-020-100-7914-2
مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
حضرت سیّد اَحمد شہید نور اللہ مرقدہٗ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۳
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۹
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۳۷
نظام سرمایہ داری کی لوٹ مار...........	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی	۴۴
گلدستہ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۰
حج نہ کرنے یا حج میں تاخیر کے حیلے بہانے	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۵۳
اَخبار الجامعہ	مولانا اِنعام اللہ صاحب	۶۲

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہوچکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

اَحقر گزشتہ ماہ طویل سفر کے دَوران ۲۵ رتاریخ کو برائے تعزیت لکی مروت میں اَلحاج اَمان اللہ خان صاحب مدظلہم کے ہاں تھا اُن کے چھوٹے بھائی جماعتِ تبلیغ میں کئی بار بیرونی سفر بھی کر چکے ہیں دَورانِ گفتگو کہنے لگے کہ

''سری لنکا میں ہم نے بسوں میں سفر کے دَوران یہ دیکھا کہ ہر بس میں کچھ نشستیں بدھ مت کے مذہبی پیشواؤں کے لیے مخصوص ہوتی ہیں جن پر بیٹھنے کا پہلا حق اُن کا ہوتا ہے اَگر وہ بس میں نہ ہوں تو کوئی اَور بھی بیٹھ سکتا ہے۔ یہ تبلیغی حضرات بھی وضع قطع سے مذہبی معلوم ہوتے اِس لیے جب یہ کسی بس میں بیٹھتے تو اگر اُن کا کوئی پیشوا نہ ہوتا تو لوگ اِن کو مذہبی اِعتبار سے ترجیح دیتے ہوئے اِن سیٹوں پر بٹھلا دیتے۔''

بدھ مت کے پیروکار اَخلاقی اِعتبار سے دُنیا میں کوئی اچھی شہرت نہیں رکھتے، برما میں اِن کی جانب سے سالہا سال سے مسلمانوں پر جاری ظلم وزیادتیاں اَور قتل وغارت گری تو کسی پر مخفی نہیں اِس کے باوجود اپنے مذہبی پیشواؤں کی قدر ومنزلت، سہولتیں ورعایتیں سرکاری سطح پر قانونًا اِن کو حاصل ہیں۔

دُوسری طرف ہمارے ملک میں علماءِ کرام، ائمہ مساجد، مدرسین اَور دینی طلباء کے لیے سرکاری طور پر کسی بھی قسم کی مراعات حاصل نہیں ہیں ، اِن سے جہازوں ، ریلوں ، بسوں میں کرایہ پورا ہی لیا جاتا ہے علاج معالجہ کی کوئی سہولت اِن کو حاصل نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ مساجد اَور دینی مدارس جیسے فلاحی اِداروں سے بجلی، گیس، فون اَور پانی کے بِل تک پورے پورے وصول کیے جاتے ہیں بلکہ ٹی وی جو کہ مساجد و مدارس میں نہیں ہوتے اُن کے اِضافی ٹیکس بھی دھونس سے وصول کیے جارہے ہیں، بِل میں تاخیر کی صورت میں لیٹ فیس لی جاتی ہے اَور مزید تاخیر کی صورت میں میٹر کاٹ دیا جاتا ہے۔

ایسی صورتِ حال کسی کافر ملک میں ہو تو کسی درجہ میں روا بھی ہے مگر مسلم ملک میں اپنے ہی مذہب کے ساتھ یہ بیگانگی کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

اللہ کرے کہ ہمارے ملک کے حکمرانوں کی مذہب سے وابستگی سچی اَور کھری ہو جائے محض دِکھلاوے اَور نعرے بازی کی حد تک نہ رہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا ― درسِ حدیث ― علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اَور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری ومقبول فرمائے۔ (آمین)

نبی علیہ السلام کی وفات کا صدمہ، اِسلام کا مدار کلمہ ہے، منکرینِ زکوۃ کا فتنہ
اِسلام دُنیا کی سپر پاور رہا، فرانس کے سکّہ پر کلمہ طیبہ
پاکستان کے حکمران اِسلام کی راہ میں رُکاوٹ ہیں

﴿ تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 75 سائیڈ B 1987 - 09 - 06)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرت آقائے نامدار ﷺ کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آپ دُنیا سے تشریف لے گئے تو کچھ صحابہ کرامؓ کا یہ حال ہوا کہ اُنہوں نے بہت زیادہ غم کیا حَتّٰی کَادَ بَعْضُھُمْ یُوَسْوِسُ حتی کہ بعض تو ایسے ہوگئے کہ طرح طرح کے وسوسوں میں مبتلا ہوگئے اَور شدید وسوسوں کے قریب ہوگئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وَکُنْتُ مِنْھُمْ میں بھی اُن میں تھا۔ اَور پریشانی بہت زیادہ اِس وجہ سے ہوگئی کہ بعض قبائل نے اِنکار کردیا زکوۃ دینے سے، اُنہوں نے کہا کہ اَب یہ ایک طرح کا ٹیکس ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اَور بات تھی، قرآنِ پاک میں آیا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً اِن کے مالوں میں سے زکوۃ لیں صدقہ لیں تُطَھِّرُھُمْ بِھَا وَتُزَکِّیْھِمْ

آپ اِن کو پاک کریں گے صاف کریں گے اَور صَلِّ عَلَیْھِمْ جب یہ آئیں اَور لائیں اَپنا صدقہ جو اِن کے اُوپر واجب ہوتا ہے تو اِن کو دُعا دیجیے کہ اللہ کی رحمت اِن پر ہو، خدا کی رحمت کی دُعا۔ اِن کے لیے ''صلوۃ'' کا لفظ اِستعمال فرمالیجیے صَلِّ عَلَیْھِمْ . اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ آپ کا یہ لفظ اِستعمال کرنا یا دُعا دینا اِس سے ایسی رحمت کہ جس سے اِنہیں سکون حاصل ہونا زل ہوتی ہے۔ تو اُنہوں نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک تھا (صرف اُن کی خصوصیت تھی) اَب ہم کیوں دیں ؟ تو یہ ایک فرقہ ہوگیا۔

جھوٹے نبی کا فتنہ :

دُوسرے جو لوگ نبوت کا دعوی کر رہے تھے اُن میں مسیلمۂ کذاب جو تھا بہت طاقتور دُشمن تھا اُس کے مقابلے میں بہت شہید ہوئے ہیں صحابہ کرامؓ، اہلِ بدر میں سے بھی بڑے بڑے قیمتی حضرات قُرَّاء یعنی عالم اَور قاری، فقط قاری نہیں اَور یہ ستر کے قریب ہیں، کل ساڑھے سات سو کے قریب صحابہ کرامؓ شہید ہوئے ہیں بہت بڑی تعداد ہے یہ، بہت ہی بڑا نقصان ہے اِسی کے بعد تو قرآنِ پاک کو لکھا گیا۔

عیسائیوں کی طرف سے حملے :

اَور ایک عیسائیوں کی طرف سے جو حملے شروع ہوگئے تھے، تو مدینہ منورہ کا حال یہ ہوگیا کہ رات کو پہرہ دیتے تھے کہ کسی طرف سے حملہ نہ ہوجائے، باقاعدہ اُنہوں نے جتھے بنالیے باریاں مقرر کرلیں اَب وہ سارے مدینہ منورہ کے گرد گشت کرتے رہتے تھے کہ کسی طرف سے دُشمن حملہ آور نہ ہوجائے تو یا تو نوبت اِسلام کے عروج کی بڑی تیز رفتاری سے جاری تھی یا پھر اَچانک رسول اللہ ﷺ دُنیا سے رُخصت ہوگئے اَور ساری چیزیں جیسے رہ گئیں لگتا یوں تھا جیسے بنی بنائی عمارت وہ خدانخواستہ ڈیہہ گئی ہو تو اِن کو بہت تشویش طرح طرح کے وسوسے خیالات پیدا ہوئے۔

حضرت عثمانؓ کی کیفیت :

تو حضرت عثمانؓ بھی اُن ہی میں تھے جو متفکر رہتے تھے اِس بارے میں کہتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا

تھا حضرت عمرؓ وہاں سے گزرے اُنہوں نے سلام کیا اِن کو، سلام کرنا تو سنت ہے اَور جواب دینا واجب ہے۔ تو کہتے ہیں کہ میں اَیسا منہمک تھا (خیالات میں) کہ مجھے نہ اُن کے گزرنے کا پتہ چلا نہ اُن کے سلام کا پتہ چلا، آپ غور کریں تو ایسے حالات بعض اَوقات گزرتے ہیں اِنسان پر اِنہماک کے مشغولیت کے کہ اُس کے آگے سے کوئی گزر بھی جائے تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کوئی گزرا ہے وہ اَپنے دَھیان میں اِتنا مستغرق ہوتا ہے کہ اُسے خبر نہیں ہوتی تو اَپنا فرماتے ہیں کہ یہ حال تھا کہ میں بیٹھا ہوا تھا حضرت عمرؓ آئے گزرے آگے سے، سلام کیا جواب کی مجھے خبر ہی نہیں، معلوم ہوا کہ نہ یہ آنکھیں دیکھتی ہے نہ یہ کان سنتے ہیں بلکہ کوئی اَور طاقت ہے جو سنتی ہے اَور دیکھتی ہے، وہ طاقت اگر کسی طرف متوجہ ہو جائے تو پھر یہ آنکھیں بھی بیکار اَور کان بھی بیکار، نہ کانوں میں آواز گویا سنائی دے گی اَور نہ آنکھوں کا کام ہوگا کہ کیا ہو رہا ہے۔

یہ ایک بڑی بدسلوکی کی بات تھی کہ وہ سلام کریں مجھے میں جواب ہی نہ دُوں، سلام کا بھی جواب نہ دیا فَاشْتَکٰی عُمَرُ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ تو اُنہوں نے جا کر گلہ کیا حضرت اَبوبکر رضی اللہ عنہ سے کہ یہ کیا ہوا ہے ؟ ثُمَّ اَقْبَلَا پھر یہ دونوں میرے پاس آئے اَور دونوں نے سلام کیا تو اَبوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا مَا حَمَلَکَ عَلٰی اَنْ لَّا تَرُدَّ عَلٰی اَخِیْکَ عُمَرَ سَلَامَہٗ یہ کیا بات ہوئی، اِن کو سلام کا جواب نہ دینے پر کس چیز نے آپ کو اُبھارا یہ تو گویا خفگی کی علامت ہے بہت زیادہ، کیا چیز پیش آئی قُلْتُ مَا فَعَلْتُ میں نے کہا میں نے تو یہ نہیں کیا اَیسا ہوا ہی نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بخدا تم نے اَیسا کیا ہے بَلٰی وَاللّٰہِ لَقَدْ فَعَلْتَ اَب یہ بات تو بہت ہی بری بات ہے کہ وہ کہے میں نے کیا ہی نہیں ایسے، ہوا ہی نہیں ایسے، دونوں میں تضاد ہے ٹکراؤ ہے دونوں میں اَیسا ٹکراؤ ہے کہ دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کھا کر کہا کہ بَلٰی وَاللّٰہِ لَقَدْ فَعَلْتَ.

قَالَ قُلْتُ وَاللّٰہِ مَاشَعَرْتُ اَنَّکَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ کہتے ہیں کہ میں نے پھر قسم کھا کر کہا مجھے کچھ بھی پتہ نہیں چلا کہ آپ گزرے ہیں سلام کیا ہے یا نہیں کیا کچھ پتہ نہیں مجھے کوئی خبر نہیں خبر ہی نہیں کچھ اِحساس ہی نہیں ہوا اِس کا۔ تو اَبوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ یہ حالت ہے کیونکہ اَور صحابہ کرامؓ

کی بھی ایسی حالت تھی کہ اُنہیں جیسے کہتے ہیں نا کہ کسی چیز کا ہوش نہیں رہا، کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں رہا ایسے حواس معطل ہوئے تو اَبوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صَدَقَ عُثْمَانُ یہ سچ کہہ رہے ہیں ٹھیک کہہ رہے ہیں اَور قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذَالِكَ اَمْرٌ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کام میں تمہارا ذہن تھا لگا ہوا اُس میں مشغول تھے ذہن اُس میں مصروف تھا فَقُلْتُ اَجَلْ میں نے کہا بالکل ٹھیک یہی بات تھی، پوچھا اُنہوں نے مَا هُوَ کیا چیز ہے ایسی ؟ میں نے کہا کہ تَوَفَّى اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ نَسْأَلَهٗ عَنْ نَّجَاةِ هٰذَا الْاَمْرِ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اَپنے پاس بلالیا اَور ہم یہ پوچھ نہیں سکے کہ اِس معاملہ میں نجات کیسے حاصل ہوگی ؟ یہ ایک جملہ ہے۔

نجات کا مدار کیا ہے ؟

اِس کا جواب اَبوبکر رضی اللہ عنہ نے دیا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قَدْ سَأَلْتُهٗ عَنْ ذَالِكَ جو بات تمہارے ذہن میں ہے کہ ہم یہ نہیں پوچھ سکے وہ میں نے پوچھی ہے میں نے پوچھ لی تھی وہ بات فَقُمْتُ اِلَيْهِ کہتے ہیں میں کھڑا ہوگیا جذبے میں جوش میں اَور میں نے کہا بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اَور آپ واقعی اِس بات کے زیادہ حقدار تھے کہ یہ پوچھ لیں کہ مدارِ نجات کیا ہے ؟ ایک اِنسان جو پیدا ہوا ہے اُس کا مدارِ نجات کیا ہوتا ہے ؟ تو اَبوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَجَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ اِس معاملہ کی نجات کیسے ہوگی یعنی یہ جو کچھ پیش آرہا ہے جب سے آئے ہیں اَور جب جائیں گے، اِس سب معاملہ میں نجات کی سبیل کیا ہوگی قیامت کے دِن خدا کے سامنے عِنْدَ اللّٰهِ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْكَلِمَةَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰى عَمِّیْ فَرَدَّهَا جو آدمی میرا وہ کلمہ جو میں نے اَپنے چچا اَبوطالب کے سامنے پیش کیا میں نے کہا کہ میرے کان میں آہستہ سے آپ کلمہ کہہ لیں اُحَاجُّ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دِن میں اللہ کے یہاں اِس کی وجہ سے آپ کی نجات کے لیے حجت کرلوں گا لیکن اُنہوں نے رَد کردیا جو یہ کلمہ قبول کرلے تو یہ نجات ہے اُس کے لیے فَهِیَ لَهٗ نَجَاةٌ .[1]

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۴۱

تو مدار تو کلمہ ہی ہے، اَصل یہی ہے پہلے یہ ہی سکھایا جاتا ہے جو مسلمان ہونا چاہتا ہے اُس کو کلمہ ہی پڑھایا جاتا ہے جیسے جڑ یہ ہے باقی اَعمال جو ہیں وہ سب شاخیں ہیں۔

اِسلام پوری دُنیا میں پھیل کر رہا :

ایک صحابی نقل کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا **لَا یَبْقٰی عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَ ذُلِّ ذَلِیْلٍ** کوئی گھر اَیسا نہیں رہے گا دُنیا میں، چاہے وہ گھر اِینٹوں سے بنا ہوا ہو اَور چاہے وہ گھر اُون کے بٹی ہوئی چیزوں سے اُون کی بنائی ہوئی چیزوں سے بنا ہو خیمہ جیسے ہوتا ہے، تنبو وغیرہ میں رہنے والے لوگ ہوں یا گھروں میں جیسے شہروں میں رہنے والے لوگ ہیں **اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَ الْاِسْلَامِ** اللہ تعالیٰ وہاں اِسلام کا کلمہ پہنچا دیں گے **بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَ ذُلِّ ذَلِیْلٍ** چاہے کوئی عزت والا عزت سے رہے اَور چاہے کوئی ذلت کو قبول کرنے والا ذلیل ہو بہرحال یہ کلمہ پہنچ کر رہے گا۔

اِمَّا یُعِزُّھُمُ اللّٰہُ فَیَجْعَلُھُمْ مِنْ اَھْلِھَا اَوْ یُذِلُّھُمْ فَیَدِیْنُوْنَ لَھَا یا تو اللہ تعالیٰ کا یہ کلمہ وہ پہلے ہی قبول کرلیں گے تو اللہ اُن کو عزت دیتا چلا جائے گا یا وہ ذلیل ہوں گے قاصر ہوں گے مسلمانوں سے مقابلے میں اَور پھر اِطاعت قبول کریں گے، بہرحال جو اِطاعت قبول کر رہے ہیں جزیہ دے رہے ہیں ٹیکس دے رہے ہیں ذمی بنے ہیں وہ عزت میں نہیں ہیں وہ ذلت میں ہیں۔

قُلْتُ فَیَکُوْنُ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ[1] تو میں نے کہا سارا دین اللہ کا پھیل ہی جائے گا سارے عالم میں تو ہوا بھی اِسی طرح سے ہے کہ رفتہ رفتہ رفتہ صحابہ کرامؓ ہی کے دَور میں پوری دُنیا میں اِسلام پھیل گیا۔ اَور آپ سمجھیے گا کہ یہ اِسپین اَور فرانس وغیرہ یورپ کا حصہ اِس کی تو آبادی بہت ہی تھوڑی ہے اَور بڑا خراب علاقہ تھا ٹھنڈا علاقہ یہاں تو ایسے ہے کہ کوئی کوئی گھر ہوگا آباد۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۴۲

فرانس کا سکہ اَور کلمۂ طیبہ :

اِسپین پر جب حکومت ہوئی ہے تو فرانس وغیرہ میں جو اِن کے سکے تھے اُن پر کلمہ اُنہوں نے چھاپ دیا حالانکہ وہ اَلگ حکومت تھی مگر دباؤ اِتنا قبول کیا کہ کلمہ چھاپ دیا۔ اِسی طرح کوئی جگہ ایسی رہی نہیں ہے کہ جہاں پیغام نہ پہنچ گیا ہو اِسلام کا کیونکہ اَگر پیغام ہی نہ پہنچے تو پھر حجت رہتی ہے اِنسان کے لیے کہ خداوندِ کریم تیرا پیغام مجھے نہیں پہنچا۔

چین کے حاکم کو دعوت نامہ :

بہت پہلے رسول اللہ ﷺ نے والا نامے تحریر فرمائے تو چین بھی لکھا ہے اَور چین کے حاکم نے قبول کیا ہے اَور جواب اَچھا دیا ہے لیکن وہ جواب جب پہنچا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے بعد پہنچا ہے آپ دُنیا سے رُخصت ہو چکے تھے اُن کا پتہ نہیں راستہ کیا ہوتا ہوگا کتنا فاصلہ ہوتا ہوگا راستے ہر وقت چلتے بھی ہوں یا نہ چلتے ہوں جیسے سردیوں میں بند ہو جاتے ہیں وقت ایک لگا جواب بھی اُس نے دیا ہدایہ وتحائف بھی بھیجے تو اُس نے قبول کیا اَور بڑی دُور کی جگہ سمجھی جاتی تھی یہ اَور یہ جاپان وغیرہ یہ چھوٹے جزائر ہوں گے اُس وقت جو طابع ہوں گے اِن ہی کے اِس علاقہ کے۔

صدیوں اِسلام دُنیا کی واحد سپر پاور رہا :

تو آقائے نامدار ﷺ کا پیغام تو گھر گھر پہنچ گیا ہے اَگر کسی نے قبول کرلیا اَور اِسلام میں داخل ہو گیا تو ٹھیک (عزت ہی عزت ہے) نہیں تو نہیں (ذلت ہی ذلت ہے) کیونکہ دُوسری سپر پاور کوئی نہیں رہی تھی، مسلمان رہے ہیں سپر پاور صدیوں، بس دوسو سال سے تقریبًا زوال شروع ہوا ہے جو ۱۳۱۴ھ میں مکمل ہوا ہے ترکی حکومت کے خاتمہ پر، یہ زوال کی اِنتہا ہوئی ہے جس (ذلت کی) حالت میں اَب ہیں مسلمان، حق تعالیٰ کو اِختیار ہے کہ وہ بدل دے اَور دُعا بھی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حالات بھی بدلے ہماری اِصلاح سچ مچ فرما دیوے اَور ہمیں اہل بنائے اَور آگے بلندیاں نصیب فرمائے پوری مسلمان قوم کو ساری دُنیا کو۔

دُوسری جو طاقت تھی عیسائیوں کی کبھی ایسے ہوا ہے کہ کسی حد تک کسی میدان میں غالب آگئی ہو ورنہ نہیں غالب آسکی۔ اِسی طرح اَچانک کوئی طاقت (وقتی طور پر) اُبھری ہو اَور وہ چھا گئی ہو بہت نقصان پہنچا دیا ہو اَیسے بھی ہوا ہے جیسے ہلاکو، چنگیز یہ چلے ہیں اَور بڑا نقصان پہنچا ہے لیکن کچھ ہی عرصے بعد وہ مسلمان ہونے شروع ہو گئے اَور وہ اِسلام کا جز بن گئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں میں اِسلام ڈال دیا مسلمان ہوتے چلے گئے سب۔ تو جو فکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تھی اُس کا جواب تو اَبوبکر رضی اللہ عنہ نے دیا لیکن دُوسری حدیث جو اَور آگے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی ہے وہ اِس کتاب میں موجود ہے وہ اِس گفتگو کا حصہ نہیں ہے لیکن اِس کتاب میں ایسے اَنداز سے دی ہے کہ وہ اَبوبکر رضی اللہ عنہ کی اِس بات کی ایک طرح سے تشریح بھی ہو جاتی ہے کہ یہ کلمہ نجاتِ آخرت کے لیے تو کافی ہے ہی ہے لیکن دُنیاوی بلندی کے لیے بھی یہ کافی ہے۔

اِسلام کی راہ میں حکمران رُکاوٹ ہیں :

ہاں اَگر مسلمان عمل چھوڑ دیں اَور پھر یہ کہیں کہ ہماری مدد نہیں ہو رہی تو یہ تو بات ایسے ہی ہے آپ سمجھ لیں خود دیکھ لیں اَپنا حال دیکھ لیں کہ چالیس سال ہو گئے ہیں پاکستان بنے ہوئے شاید اِکتالیس ہو گئے اَور اِس عرصہ میں سب کچھ ہوا ہے مگر اِسلام نہیں آنے دیا ! کون مانع رہا ہے ؟ حکمران مانع رہے ہیں کسی ایک کا نام نہیں لیا جا سکتا ہے پورا طبقہ اَز اَوّل تا آخر سلسلہ ہے ایسے کہ اِسلام ہی نہ آنے پائے جو سوراخ بھی نظر آتا ہے اِسلام کے آنے کا وہ بھی بند کر دیا جاتا ہے۔

ہاں اِسلام کا نام لینا اَور بہکانا یہ ضرور رہا ہے تو جو اَنگریز کرتا وہ اُس کے جانشین بن کر اِن لوگوں نے کیا ہے ظلم، اَگر پھر بنگلہ دیش بن جائے اَور پاکستان ٹوٹ جائے آدھا تو اِس میں قصور اِسلام کا نہیں ہے اِس میں قصور بے عملی کا ہے کہ اِسلام کے اُوپر عمل نہیں کیا۔ تو (مشرقی پاکستان کا) وہ حصہ جہاں کوئی راستہ ہمارا نہیں جاتا، خشکی کا راستہ آٹھ سو میل دَرمیان میں دُشمن ہندوستان، بحری راستہ لنکا سے جاتا ہے بہت طویل، ہوائی راستہ وہ بھی اِسی طرح مگر اِس کے باوجود اِسلام کا صرف نام ہی لیا تھا تو وہ ملا رہا مدتوں فقط اِسلام کے نام پر، اَگر اِسلام سچ مچ آ گیا ہوتا تو وہ بھی مِلا ہی رہتا اَور ہو سکتا تھا کہ

اَور آگے بڑھتے ہوتے کیونکہ اِسلام کا جذبہ ایسی چیز ہے کہ یہ اِنسان کو ناقابلِ شکست بنادیتا ہے اِس کو شکست نہیں ہوسکتی اِس جذبے کو اَور اِس جذبے والوں کو مگر وہ نہیں آیا ذرا بھی نہیں آنے پایا۔

اَب لوگوں کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ کوئی چیز جانتے ہی نہیں سوائے اَپنی ذات کے، ہر شخص اَپنی ذات کی حد تک مصروف ہے اَور اُس کا اِنہماک یہی ہے کہ میں اَور میری ذات، میرے گھر والے، میرا خاندان، بس ہر ایک کو اَپنی ذات کی ترقی مقصود ہے، باقی ملک کا نہیں ہے کوئی وفادار اَور نہ اِسلام کا وفادار، بڑے لوگوں میں سب کا یہ جذبہ ہے۔ چھوٹے لوگوں میں ہے کہ اِسلام پر عمل بھی کرتے ہیں قرآنِ پاک کی تلاوت ہے بچوں کو قرآنِ پاک پڑھانا ہے بس اَفراد ہیں جو پڑھاتے ہیں اَور یہ بھی پوری اِصلاح نہیں قبول کرتے اِسلام کی۔ تو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اَور ہمیں عمل کی توفیق دے اَگر عمل آگیا تو پھر اللہ کا وعدہ ہے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ تم ہی سب سے بلند ہو '' اَعْلَوْنَ '' سب سے بلند سپر پاور تم ہو اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ شرط یہی ہے کہ اِیمانِ (کامل) پایا جائے تو پھر تم سب سے بلند ہو پھر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اَیسے ہو جائے گا۔ تو اِس کے لیے دُعا ہی کی جاسکتی ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اَور فضل فرمائے رکھے اَور ہم سب کو اَپنی رضا سے نوازے، آمین۔ اِختتامی دُعا..........

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۶۵

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت سیّد اَحمد شہید نور اللہ مرقدہٗ

حضرت سیّد اَحمد شہید نور اللہ مرقدہٗ کے اَحوالِ مبارکہ، سیرت، تزکیۂ باطن، سلوک، جہاد، فتوحات، اِجراءِ اَحکامِ شرعیہ پھر حالات کا اِنقلاب اَور شہادت۔ ہر موضوع پر بحمد اللہ لکھا جاتا رہا ہے اَور اِنشاء اللہ لکھا جاتا رہے گا کیونکہ اِن کے وارثین اَفکار اہلِ علم وتقوی ہیں جن کا مرکزِ عظیم دارُالعلوم دیوبند اَور اُس کی شاخیں ہیں جو ہندوستان، پاکستان، اَفغانستان، بنگلہ دیش اَور برما میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت سیّد صاحبؒ کے پروگرام کا اِجمالی خاکہ آجائے پھر آپ کی جدوجہد کے ثمرات مختصر اَنداز میں پیش کر دیے جائیں۔

اَنگریزوں کے بڑھتے ہوئے تسلط کا جب یہ حال ہو گیا کہ دہلی سے کلکتہ تک اُن کی عملداری ہو گئی تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے اِن حالات میں ایک فتوی تحریر فرمایا جس میں اَنگریزوں کے تسلط کا ذکر ہے کہ رُؤساءِ نصاری کا حکم، بلا دَغدغہ بے دھڑک جاری ہے۔ ملک داری، باج، مال گزاری، مقدمات کے فیصلے اَور جرائم کی سزاؤں میں یہ لوگ بطورِ خود حاکم اَور مختارِ مطلق ہیں۔

وہ تحریر فرماتے ہیں کہ :

''اَعیانِ دیگر مثلاً شجاع الملک و ولایتی بیگم بغیر حکم اِیشاں دَریں بلاد داخل نمے توانند شد و اَزیں شہر تا کلکتہ عملِ نصاری ممتد اَست۔''

''دُوسرے خاص خاص ممتاز اَور نمایاں حضرات مثلاً شجاع الملک اَور ولایتی بیگم اِن کی اِجازت کے بغیر اِس علاقہ میں داخل نہیں ہو سکتے ، دہلی سے کلکتہ تک نصاری کی عملداری پھیلی ہوئی ہے۔''

اِسی عملداری میں تمام اَحکام اَنگریزوں ہی کے چلتے تھے اِس لیے حضرت شاہ صاحب نے نصاری کے زیر تسلط علاقہ کو دارُالحرب قرار دیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں فتاوی عزیزی فارسی جلد اَوّل ص ۱۷ مطبوعہ مجتبائی و علماءِ ہند کا شاندار ماضی ج ۲ ص ۷۹ و ۸۰)

اُس وقت آپ کے خلیفۂ اَجل سیّد اَحمد شہید اَور آپ کے عزیز و اَقارب اَور حلقۂ تلامیذ نے جہاد ضروری قرار دیا۔ سیّد صاحبؒ نے ایک لشکر ترتیب دیا اَور ۷ر جمادی الثانیہ ۱۲۴۱ھ / ۱۷ر جنوری ۱۸۲۶ء بروز دوشنبہ آپ نے وطن عزیز کو خیر باد کہہ کر آزاد قبائل کا راستہ لیا۔ آپ نے یہ مسافت تقریبًا دس ماہ میں طے کی آپ کا سفر سندھ کے راستہ ہوا، حیدر آباد میں سیّد صبغت اللہ ولایتی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا اِستقبال کیا۔ ''پیران پگاڑو'' اِن ہی کی اَولاد میں ہیں جنہوں نے اُس تنظیم کی بنیاد ڈالی تھی جو ''حر'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ آخر کار ۴۳۔۱۹۴۴ء میں اِس تنظیم کے اَمیر صبغت اللہ شاہ ثانی کو اَنگریزوں نے پھانسی دے دی اَور اِس تنظیم کو فوجی طاقت سے کچل ڈالا۔

سیّد صاحبؒ حیدر آباد سے درّۂ بولان کے راستہ کوئٹہ، قندھار، غزنی اَور کابل ہوتے ہوئے پشاور پہنچے، پشاور تین روز قیام فرما کر چارسدہ پہنچے یہاں پہنچتے ہی ہنگامی حالات شروع ہو گئے۔ نظم و نسق قائم رکھنے کے لیے ۱۰ر جنوری ۱۸۲۷ء (۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ھ) کو عارضی حکومت قائم کی گئی سیّد صاحب اُس حکومت کے سربراہ و اَمیر قرار دیے گئے۔ (شاندار ماضی ج ۲ ملخصًا ص ۱۸۸ تا ۱۹۰)

حضرت سیّد صاحب قدس سرہ العزیز کی اَمارت کس قسم کی تھی اِس کے بارے میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پُر مغز مقالہ میں وضاحت ملتی ہے۔ اِس مقالہ کو ہم نے ''تحریک شیخ الہندؒ'' نامی کتاب کا مقدمہ بنا دیا ہے۔ اَب حوالہ میں اِسی کے صفحات دَرج کیے جائیں گے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں :

''یوسف زئی کے علاقہ میں پہنچ کر جب اَمیر شہید، اَمیر المومنین مانے گئے اَور ہند میں اِمام ولی اللہ کے اَتباع نے اِس اَمارت کو تسلیم کر لیا تو وہ حکومت کے مالک ہو گئے۔ حکومت کی مصلحت میں ہماری تحقیق ''حزب'' کی آمریت (پارٹی کی ڈکٹیٹر شپ) تو مان سکتی ہے مگر کسی فرد کے ڈکٹیٹر بننے کو ہم قبول نہیں کر سکتے۔ اِسے ہم ﴿شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اِس کی تشریح اَبوبکر رازیؒ کے ''اَحکام القرآن'' میں ملے گی۔ ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے بعد اگر کسی کتاب نے ہماری سیاسی بصیرت بڑھائی ہے تو وہ یہی کتاب ہے۔

ہم اِس حکومت کو ''حکومتِ مُوَقَّتَہْ'' کہتے ہیں ہمارا مطلب یہ ہے کہ لاہور فتح کر کے یہ حکومت دہلی پہنچتی ہے تو مستقل حکومت کا فیصلہ اُس وقت ہوگا، یا تو شاہِ دہلی اِس اِنقلابی حکومت کے رئیس کو وزیرِ اَعظم مان لیتا اَور اُن کی پارٹی پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) بن جاتی، دُوسری صورت میں یعنی اَگر شاہِ دہلی اِس حکومت کو تسلیم نہ کرتا تو اِسے معزول کر کے اِس حکومت کا رئیس مُلک کا حاکم ہوتا اَور اِس کی پارٹی اَپنا قانون نافذ کرتی۔

کیا اِمام عبدالعزیز کا خلیفہ دہلی کو بھول سکتا ہے جسے وہ حرمین اَور قدس اَور نجف کے بعد ساری دُنیا سے اَفضل مانتے ہیں۔

''مقاماتِ طریقت''، جس سے سوانح اَحمدیہ کا مصنف بھی نقل کرتا ہے ہم نے مکہ معظّمہ میں دیکھی ہے اِس میں ایک واقعہ مذکور ہے :

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وکیل نے اَمیر شہید سے پوچھا کہ اَگر مہاراجہ اِسلام قبول کر لے تو آپ کی حکومت ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گی ؟ اَمیر شہید نے جواب دیا کہ مہاراجہ بادشاہ ہوں گے اَور میں اَپنی بیٹی اُن سے بیاہ دُوں گا، محض دینی معاملات میں اُس وقت تک اُس کا نائب رہوں گا جب تک وہ شریعت کا حکم

چلانا سیکھ لیں۔ (اَوکما قال)

یہ وہ اَساس ہے جس پر ہم اَمیر شہید کی حکومت کو حکومتِ موقتہ کہنا جائز سمجھتے ہیں۔

''مقاماتِ طریقت'' میں مذکور ہے کہ اَمیر شہید کے اَصحاب میں ایک مجاہد عالم جو پہلے بھی حاکمِ لاہور سے مِل چکا تھا بالاکوٹ کے معرکہ میں گرفتار ہو کر لاہور آیا، حاکم نے اُس مجاہد سے پوچھا اَب خلیفہ کہاں ہے ؟ اُس عالم نے جواب دیا میں خلیفہ ہوں۔''

(مقدمہ تحریکِ شیخ الہند ص ۱۷۔۱۸ مکتبہ محمودیہ لاہور)

کسی تحریک کی اِس سے زیادہ بڑی کیا کامیابی ہوگی کہ اُس کا ہر فرد اُس کے مقاصد کی تکمیل کا خود کو ذمہ دار سمجھنے لگے۔ یہ حضرت سیّد شہیدؒ کے اِخلاص پھر اُس کے جاری رہنے والی برکات کا بہت بڑا ثمرہ ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے لے کر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہما تک اِس طرح سلسلہ بیان فرماتے ہیں :

۱۔ (الف) : ایک اِنقلابی تحریک میں پہلا درجہ ہے۔''سوسائٹی میں اِنقلاب کے لیے عقلی نظام (فلسفہ) سوچنا۔'' اِس دَرجہ کو ہم اِمام ولی اللہؒ میں منحصر مانتے ہیں۔

(ب) اِس کے بعد دُوسرا دَرجہ اِس کے پروپیگنڈے کا ہے۔ پروپیگنڈے کی کامیابی پر پارٹی کا نظام بنتا ہے جو اَپنے ممبروں پر حکومت پیدا کرتا ہے (یعنی خلافتِ باطنہ) اِس دَرجہ کو ہم اِمام عبدالعزیز کا کمال مانتے ہیں۔

(ج) اِس کے بعد تیسرا دَرجہ دُوسری پارٹیوں سے مقابلہ کر کے اُن کے مقبوضات فتح کرنا ہے۔ اِس سے اِنقلابی حکومت (خلافتِ ظاہرہ) پیدا ہوتی ہے ہم اِمام ولی اللہ کی تحریک میں یہ دَرجہ اَمیر شہید اَور اُن کے رُفقاء میں محدود کر دیتے ہیں۔

۲۔ پارٹی کا نظام مستقل ہوتا ہے حکومت کبھی بنتی ہے کبھی ٹوٹتی ہے پارٹی کا وجود اُس وقت تک سالم مانا جاتا ہے جب تک اُس کی اَساسی مصلحت قائم کرنے والی

جماعت فنا نہیں ہوتی۔

(الف) اِس فرق کو واضح کرنے کے لیے ہم نے اِمام اَور اَمیر کی اِصطلاح اِستعمال کی ہے ہم اِمام عبدالعزیز کے بعد پارٹی کے نظام کا محافظ اِمام محمد اِسحاق کو مانتے ہیں اَور حکومت میں اَمیر المومنین السیّد اَحمد الشہید ہیں۔ اِس معاملہ میں اِمام محمد اِسحاق رحمہ اللہ اِن کے نائب ہیں۔

(ب) یورپ کی سیاسی پارٹیوں میں نظام کا محافظ ایک بورڈ ہوتا ہے اُسے ڈسپلن یا اِنضباط کا نام دیا جاتا ہے۔ اِس بورڈ کا حکم پارٹی کے سب ممبروں پر نافذ ہوتا ہے اَور حکومت چلانا وزراء کا کام ہے۔ اِسی اَنداز پر ہم نے حکومت کا خاتمہ بالاکوٹ میں ایک حد تک مان لیا ہے مگر ہم پارٹی کے نظام کو دہلی میں محفوظ مانتے ہیں۔

(ج) اِمام محمد اِسحاق رحمہ اللہ نے مکہ معظّمہ ہجرت کر لی بظاہر وہ اَپنے کام سے معطل ہوگئے مگر ایسا نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر وہ مکہ معظّمہ میں ہندوستانی کام جاری نہ رکھتے تو کمپنی بہادر اُن کی جاگیر کیوں ضبط کرتی اَور بمبئی سے ایسے ہندوستانی کیوں بھیجے جاتے جو اِنہیں وہابی ثابت کر کے حجاز سے نکلوانا چاہتے تھے مگر قدرتی اِتفاقات سے وہ بچ گئے اُس زمانہ کا شیخ الحرم ایک ہندوستانی مہاجر کا بیٹا تھا اَور یہ خاندان شاہ عبدالعزیز کا شاگرد اَور مرید ہے۔ اِس لیے شیخ الحرم کے توسط سے ترکی حکومت نے اَپنے گھر میں ایک طرح نظر بند کردیا وہ مسجدِ حرام میں نماز پڑھتے تھے مگر کسی کو پڑھا نہیں سکتے تھے۔ اِس قسم کی زندگی ہم کابل میں گزار چکے ہیں اِس لیے ہم مکہ معظّمہ میں اُن کے ملنے والوں سے بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں۔

(۳) اَلامیر اِمداد اللہ جو دیوبندی جماعت کے اِمام ہیں اِمام محمد اِسحاق کے خواص اَصحاب میں سے تھے اِس سے پارٹی کے نظام کا تسلسل ہم مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ تک ثابت کر سکتے ہیں۔ (مقدمہ تحریکِ شیخ الہند ص ۱۴ ، ۱۵)

مولانا عبید اللہ سندھیؒ اِسی مضمون میں دُوسری جگہ لکھتے ہیں :

''مولانا اِسحاق رحمہ اللہ کو ہم اُن کے جد اَمجد کی تحریک کا ایسا اِمام مانتے ہیں جن کے متعلق اِلہامی پیشنگوئی اِس خاندان میں متوارث ہے یعنی ہم اِمام محمد اِسحاق کو اِس تحریک کی علمی اَور سیاسی مصلحت کا محافظ مانتے ہیں اَور حکومت کا ایک نائب اَمیر اِس لیے اَمیر کی شہادت کے بعد وہ ایک اَمیر بن جائے گا۔

ا۔(الف) اَلا میر اِمداد اُللہ کا تعلق اِمام محمد اِسحاق سے اَوّلاً وآخراً ثابت ہے شروع میں اَمیر اِمداد اُللہ مولانا محمد اِسحاقؒ کے مدرسہ میں طالب علمی کرتے رہے اُسی زمانہ میں مولانا محمد اِسحاق کے داماد اَور خلیفہ مولانا نصیرالدین سے کسبِ طریقہ کیا یہ وہی مولانا نصیرالدین ہیں جنہیں مجاہدین نے بالاکوٹ میں پہلا اَمیر بنایا تھا، اِن کی جگہ پر آگے چل کر مولانا ولایت علی کا خاندان آیا ہے۔

(ب) اِمام محمد اِسحاق جس سال وفات پاتے ہیں اُسی سال اَمیر اِمداد اُللہ حج کے لیے گئے اِمام محمد اِسحاق نے اَپنے طریقہ کی خاص ہدایتیں دے کر اُنہیں ہند واپس بھیجا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اُنہیں یہ پیشنگوئی بھی سنائی کہ ایسا وقت آئے گا جب تم مکہ معظّمہ میں بیٹھ کر کام کروگے۔

(ج) اَمیر اِمداد اُللہ شیخ نور محمد جھن جھانوی کے خلیفہ ہیں اَور وہ شاہ عبدالرحیم اَفغانی کے، یہ دونوں حضرت اَمیر شہید کے نامور خلفاء میں سے ہیں۔ شاہ عبدالرحیم تو ''پنجتار'' میں شہید ہوئے۔

(د) اَلا میر اِمداد اُللہ کے رُفقاء میں حکیم ضیاء الدین رامپوری [1] ہیں جو مولانا شہید کے خواص اَصحاب میں تھے اِن کا ذکر سوانح اَحمدیہ میں موجود ہے۔

---

[1] رامپور منہیاران ضلع سہارنپور کا ایک موضع ہے۔

۲۔ مولانا مملوک علی دہلی کالج کے مدرس تھے دیوبندی تحریک کے اَکثر اَساتذہ مولانا مملوک علی کے شاگرد ہیں جس سال مولانا محمد اِسحاق مکہ مکرمہ پہنچے اُسی سال وہ حج کو گئے مولانا محمد یعقوب نے سوانحِ مولانا محمد قاسم میں کسی خاص مقصد کوملحوظ رکھ کر اِس کا اِجمالی ذکر کیا ہے۔

(الف) مولانا محمد اِسحاق اَور مولانا محمد یعقوب کی جاگیر سے جو روپیہ حاصل ہوتا تھا اُس کا اِنتظام ایک جماعت کے ہاتھ میں رہا ہے اُس میں مولانا مملوک علی اَور مولانا مظفر حسین خاص حیثیت رکھتے تھے۔

(ب) مکہ معظّمہ سے واپس آکر اَلامیر اِمدادُ اللہ بھی اِسی سوسائٹی میں شامل ہوگئے۔

(ج) اِن لوگوں کے متبعین کو ہم اِمام محمد اِسحاق کی ''دہلوی پارٹی'' کہتے ہیں جس کے رہنما اَلامیر اِمدادُ اللہ تھے۔

سقوطِ دہلی کے بعد اِس دہلوی پارٹی کے اَفراد منتشر ہوگئے یہاں تک کہ اَلامیر اِمدادُ اللہ مکہ معظّمہ پہنچے اَور مولانا محمد قاسمؒ بھی نام بدل کر حج کے لیے نکلے، مولانا محمد یعقوبؒ کے مکتوبات میں اِس سفر کا پورا تذکرہ موجود ہے۔ اَمیر اِمدادُ اللہ نے مکہ معظّمہ میں فیصلہ کیا کہ اِمام عبدالعزیز کے مدرسہ کی طرح دہلی سے باہر مدرسہ بنایا جائے اَور اِمام محمد اِسحاق کے طریقہ پر نئی جماعت تیار کی جائے۔

اِس جماعت کے اِمتیازی اَوصاف میں ہم وحدۃ الوجود ، حنفی فقہ کا اِلتزام ، ترکی خلافت سے اِتصال ، یہ تین اُصول معین کر سکتے ہیں۔''

(مقدمہ تحریکِ شیخ الہندؒ ملخصًا اَز ص۲۰ تا ۲۲)

حضرت سیّد اَحمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آزاد قبائل کو اَپنا مرکز کیوں بنایا ؟

اِس سوال کا جواب بھی مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی اِسی تحریر میں ملتا ہے وہ لکھتے ہیں :

''اِمام ولی اللہ دعوی کرتے ہیں کہ ہند کے مسلمانوں سے اَپنی حکومت قائم کرنے کی طاقت اِس وقت اَفاغنہ کی طرف منتقل ہو چکی ہے۔ (خیر کثیر) ہم جانتے ہیں کہ اَفاغنہ بھی ہندوستان کے اَقوام میں سے ایک قوم ہے جس میں اِیرانی، ترکی، اِسرائیلی، عربی قبائل مخلوط ہو چکے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ اِسی غرض سے اِمام عبدالعزیز اَپنی اِنقلابی پارٹی کو اَفغانوں سے ملانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اِمام عبدالعزیز کے آخری کاموں کا مرکز اَلامیر اَلشہید اَور مولانا عبدالحی اَور مولانا محمد اِسماعیل کا اِجتماع تھا۔ اُن کے لیے اَفغانستان کی ہجرت کا فیصلہ اِمام عبدالعزیز نے کیا تھا اگرچہ عمل اُن کی وفات کے بعد شروع ہوا۔''

(مقدمہ تحریکِ شیخ الہندؒ ص ١١)

دارُالعلوم دیو بند کے قیام سے بھی پہلے سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اَور اَکابر دارُالعلوم کا اَفغانی حضرات سے تعلق بیان کرتے ہوئے مولانا سندھی لکھتے ہیں :

''ہمیں معلوم ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کو رسول اللہ ﷺ سے رُوحانی طور پر معلوم ہوا تھا کہ اَفغانوں کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

مدرسہ دیو بند اَور اُس کے متخرجین میں مولانا شیخ الہندؒ کا مقام مخفی نہیں وہ تخمیناً چالیس برس مدرسہ چلاتے رہے ہیں ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ دیو بند نے جس قدر طالبِ علم یو۔پی میں پیدا کیے اُس کے بعد اُس نے اَپنے طالب علم سب سے زیادہ اَفغانستان اَور اُس کے دونوں طرف یاغستان اَور ترکستان میں پھیلائے ہیں۔

مولانا شیخ الہندؒ کی خاص تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہم کابل میں سات سال حکومت کا اِعتماد حاصل کر کے رہ سکے۔ ہمارا خیال ہے کہ ''جمعیۃ الانصار'' اَور ''نظارۃ المعارف'' میں اَگر کام نہ کر چکے ہوتے تو ہمارا کابل جانا محض بے کار ہوتا۔ عجب معاملہ ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے ہمیں بغیر پروگرام کے کابل جانا پڑتا ہے پھر حکومت

اَفغانی کے توسط سے ہمیں ہدایات مل جاتی ہیں۔ہم باہر جا کر سمجھ سکے ہیں کہ اِمام عبدالعزیز سے مولانا شیخ الہند تک ہمارے تمام اَکابر ایک سلسلہ میں کام کرتے رہے ہیں۔(مقدمہ تحریکِ شیخ الہندؒ ص ۱۱ ، ۱۲)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ ۱۲۹۲ھ میں دارُالعلوم دیوبند کے لیے دیوبند تشریف لائے اَور ۱۲۹۶ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔آپ کے بعد اِن اُمور کی ذمہ داری حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ للہ علیہ پر آئی۔اُس وقت حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحبؒ مکہ مکرمہ میں اَور حضرت مولانا رشید اَحمد صاحبؒ گنگوہ میں تشریف فرما تھے حضرت حاجی صاحب کا وصال ۱۳۲۱ھ میں اَور حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ۱۳۲۳ھ میں ہوا۔

۱۸۵۷ء میں جہادِ شاملی کے بعد تحریکِ جہاد مخفی کر دی گئی تھی ،کام کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

والد ماجد حضرت مولانا السیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اَپنی کتاب ''اَسیرانِ مالٹا'' میں تحریر فرمایا ہے :

''ظاہر شاہ کے خاندان کے بزرگ یوسف خاں اَور آصف خاں کو اَمیرِ کابل عبدالرحمٰن خاں نے جلاوطن کر دیا تھا اَور برطانیہ سے اَپنے تعلق کی بناء پر اِن کو برطانوی ہند میں نظر بند کرادیا تھا۔وائسرائے ہند نے اِن کے قیام کے لیے دہرہ دون تجویز کیا۔یہ سالہا سال دہرہ دون میں رہے۔دہرہ دون دیوبند سے تقریبًا ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے وطن شریف گنگوہ سے بھی تقریبًا اِتنا ہی فاصلہ ہے یہ دونوں حضرات حضرت گنگوہی اَور حضرت مولانا محمد قاسم رحمہم اللہ کے اِرادتمند تھے۔حضرت گنگوہیؒ یہاں حاضر ہوا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارُالعلوم دیوبند جب کابل تشریف لے گئے تو اِس خاندان کے حضرات نے وہی اِحترام کیا جو پیرزادوں کا کیا جاتا ہے اَور یہ

بھی فرمایا کہ یوسف خاں اَور آصف خاں جب ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کے یہاں حاضر ہوئے تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اَگر حکومت آپ کے خاندان میں منتقل ہو تو پوری طرح عدل و اِنصاف سے کام لینا۔ اُس وقت اِنتقالِ حکومت کا خیال بھی نہیں تھا مگر واقعہ یہی ہوا۔ نیز سردار ہاشم خاں نے فرمایا کہ اُن کے یہاں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کلاہ مبارک محفوظ تھی جب کوئی شدید بیمار ہوتا تو اُن کی والدہ مریض کو ٹوپی پہنا دیا کرتی تھیں اللہ تعالیٰ شفا بخش دیتا تھا۔

(ملخصًا اَز اَسیرانِ مالٹا ص ۱۱ ، ۱۲)

دارُالعلوم دیوبند سے سب سے پہلے سال فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کی تعداد سات تھی اُن میں اَکثریت اُن طلبہ کی تھی جو پنجاب اَور اَفغانستان کے رہنے والے تھے۔

(۱) نور محمد جلال آبادی (کابل) (۲) عبداللہ جلال آبادی (کابل) (۳) بدرالدین عظیم آبادی (۴) قادر بخش عظیم آبادی (۵) عبدالکریم پنجابی (۶) نبی اَحمد پنجابی (۷) حافظ عبدالرحیم بنارسی۔ (رُوداد ۱۲۸۳ ہجری ، اَسیرانِ مالٹا ص ۱۰)

اِسی کتاب میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :

''سلاطین اِسلام کے زمانہ میں کابل ہندوستان کا جزو رہا ہے اَنگریزوں نے بھی اِس کا اِرادہ کیا مگر ناکام رہے حضرت سیّد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی جدو جہد نے ہندوستانی اَور سرحدی مجاہدین میں ایک رابطہ قائم کر دیا جو اَنبالہ اَور پٹنہ کے حضرات کے زمانہ ۱۸۶۴ء تک اِستحکام کے ساتھ باقی رہا۔ اِن حضرات کے بعد اِمداد رسانی کا وہ تعلق ختم ہو گیا مگر مجاہدین کا رابطہ ختم نہیں ہوا، ہندوستانی مجاہدین سرحدی علاقوں میں باقی رہے دارُالعلوم دیوبند نے اِس رابطہ کو اُستادی اَور شاگردی کی شکل میں تبدیل کر دیا۔'' (اَسیرانِ مالٹا ص ۲۴ ملخصًا)

تحریکِ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت مولانا السیّد حسین اَحمد المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ

''اِس طرح کے اِنقلاب کے لیے محفوظ مرکز اَور مرکز کے علاوہ اَسلحہ اَور سپاہی (مجاہدین) وغیرہ ضروری ہیں۔ بنا بریں مرکز یاغستان (آزاد قبائل) قرار دیا گیا کہ وہاں اَسلحہ اَور جانباز سپاہیوں کا اِنتظام ہونا چاہیے اِس کے علاوہ چونکہ آزاد قبائل کے نوجوان ہمیشہ جہاد کرتے رہتے ہیں اَور قوی ہیکل اَور جانباز ہوتے ہیں اِس لیے اُن کو متفق اَور متحد کرنا اَور اُن میں جہاد کی رُوح پھونکنا بھی ضروری تصور کیا گیا اَور اِن ہی سے کامیابی کی اُمید قائم کی گئی۔ اِس بنا پر ضروری سمجھا گیا کہ مندرجہ ذیل اُمور عمل میں لائے جائیں :

(الف) اِن علاقوں کے باشندوں سے آپس کے نزاعاتِ قدیمہ اَور قبائلی دُشمنیوں کو مٹایا جائے۔

(ب) اُن میں اِتحاد و ہم آہنگی پیدا کی جائے۔

(ج) اُن میں جوشِ جہاد اَور آزادی کی تڑپ پیدا کی جائے۔

(د) حضرت سیّد اَحمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے لوگ (جماعت مجاہدینِ سرحد) جو کہ ستھانہ اَور چمرقند میں مقیم ہیں اَور اُن میں اَور قبائل میں تنفر اَور شکر رنجیاں عرصہ سے چلی آتی ہیں اُن کو دُور کرنا چاہیے چنانچہ اِس کے لیے مولانا سیف الرحمٰن صاحب کو دہلی سے، مولانا فضل ربی اَور مولانا فضل محمود صاحب کو پشاور سے بھیجا اَور مولانا محمد اَکبر صاحب وغیرہ کو آمادہ کیا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اِس علاقہ میں بہت سے شاگرد اَور مخلص موجود تھے اِن سبھوں نے گاؤں گاؤں اَور قبیلہ قبیلہ میں پھر کر زمین ہموار کی اَور ایک عرصہ میں بفضلہٖ تعالیٰ بڑے درجہ تک کامیابی نظر آنے لگی۔ اِن ہی مقاصد کے لیے

بار بار حاجی ترنگ زئی صاحب سے اِستدعاء کی گئی کہ وہ اَپنے وطن کو چھوڑ دیں اَور اَنگریزی حدود سے باہر جا کر اِن مقاصد کے لیے کوشش کریں ۔اُن کو مختلف مجبوریاں دَرپیش تھیں اُن کو حل کرنے کے خیال سے وہ تاخیر فرما رہے تھے کہ جنگِ عمومی چھڑ گئی اَور تُرک بھی مجبور کر دیے گئے کہ جنگ کا اِعلان کر دیں اُن کے دو جنگی جہاز جو اُنہوں نے اِنگلستان میں بنوائے تھے اَور اُن پر کروڑوں اَشرفیاں خرچ ہوئی تھیں اَنگریزوں نے ضبط کر لیے اَور اِسی قسم کے دُوسرے غیر منصفانہ معاملات اُن سے پیش آئے جو کہ اُن کو جنگ میں گھسیٹنے والے تھے۔

یہ اُن معاملات کے علاوہ تھے جو کہ طرابلس ،غرب اَور بلقان، کریٹ، یونان وغیرہ میں قریبی زمانہ میں پیش آئے تھے۔ بہرحال ترکی حکومت نے مجبور ہو کر اعلانِ جنگ کر دیا تو اِس پر تقریبًا آٹھ یا نو محاذوں سے حملہ کیا گیا۔اَنگریزوں نے عراق (بصرہ) پر، عدن پر،سویز پر، چناق قلعہ پر۔ اِسی طرح رُوس نے متعدد تین چار محاذوں پر۔ اِس یورش کی وجہ سے مسلمانوں میں جس قدر بھی بے چینی ہوتی کم تھی چنانچہ اَحوالِ موجودہ سے حضرت شیخ الہندؒ نے حاجی ترنگ زئی صاحب کو مطلع کیا اَور ضروری قرار دیا کہ وہ یاغستان چلے جائیں اَور ضروری کارروائی عمل میں لائیں، اِسی طرح مرکز یاغستان اَور اُس کے کارکنوں کو لکھا چنانچہ جب حاجی صاحب پہنچے مجاہدین کا جمگھٹا شمار سے زیادہ ہو گیا۔

مجاہدینِ چمرقند (حضرت سیّد اَحمد صاحب شہید) کی جماعت بھی مل گئی بالاخر کچھ عرصہ بعد جنگ چھڑ گئی اَور بفضلہٖ تعالیٰ مجاہدین کو غیر متوقع کامیابی ہونے لگی اَور اَنگریزوں کو جانی اَور مالی بے حد نقصان اُٹھا کر اَپنی سرحد پر لوٹ آنا پڑا اَور اَپنے اِستحکاماتِ قدیمہ میں پناہ لینا ناگریز ہو گیا۔(تحریکِ شیخ الہندؒ ص ۱۱۶ تا ۱۱۸)

تاریخ دارُ العلوم میں تحریر ہے :

''ہندوستان کی جنگِ آزادی کی تاریخ میں حاجی ترنگ زئی صوبہ سرحد کی ایک زبردست اَور مشہور شخصیت تھے۔ ضلع پشاور کے ایک گاؤں ترنگ زئی کے رہنے والے تھے، اَصل نام فضلِ واحد تھا مگر نام کے بجائے وطن کی نسبت سے حاجی ترنگ زئی کے نام سے اِن کی شہرت تھی، نہایت متقی پرہیزگار صاحب علم و عمل اَور شیخ طریقت تھے۔ مولانا شاہ نجم الدین معروف بحضرت سوات صاحب کے خلیفہ و جانشین تھے جذباتِ حریت سے سرشار اَور آزادی کے بڑے دِلدادہ تھے۔ پشاور اَور یاغستان کے علاقہ میں اِن کے ہزاروں مرید تھے، غیر معمولی شہرت کے ساتھ عوام میں بے حد مقبول تھے۔

۱۹۱۴ء میں حاجی ترنگ زئی حضرت شیخ الہندؒ کے اِیماء سے اَپنے وطن پشاور سے ہجرت کر کے یاغستان چلے گئے تھے برطانوی فوجوں سے اِنہیں کئی مرتبہ لڑنے کی نوبت آئی اَور اَنگریزی فوجوں کو اِن کے مقابلہ میں کئی مرتبہ سخت نقصان اُٹھا کر پسپا ہونا پڑا تھا۔ مشہور ہے کہ اَنگریزوں سے جنگ میں اِن کے مجاہدین کی فائرنگ کا کوئی نشانہ خطا نہ ہوتا تھا۔

حجاز کے دورانِ قیام میں حضرت شیخ الہندؒ وہاں سے براہِ اِیران اِن ہی حاجی ترنگزئی کے پاس یاغستان جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ شریف حسین نے جو ترکوں کے خلاف اَنگریزوں کا حلیف بن گیا تھا اِنہیں گرفتار کر کے برطانوی حکام کے حوالے کر دیا تھا۔

حاجی ترنگزئی جب تک زندہ رہے برابر اَنگریزوں سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ پیغامِ اَجل نے اِنہیں واصلِ بحق کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں اَپنی رحمتوں سے نوازے۔ عجیب مردِ مومن تھا جو دمِ آخر تک اَنگریزوں سے نبرد آزما رہا۔''

(تاریخ دارُالعلوم دیوبند ناشر اِدارہ اہتمام دارُالعلوم دیوبند ص ۶۹۔۷۰ ج ۲)

اِس تحریر میں مولانا سیف الرحمٰن صاحب کا اسمِ گرامی آیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِن کا تعارف بھی کرادیا جائے۔ تاریخ دارُالعلوم میں تحریر ہے :

''اِن کے آباؤ اَجداد قندھار سے آکر پشاور کے مضافات میں آباد ہو گئے تھے وہیں اِبتدائی تعلیم حاصل کی مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے علوم ریاضی کی تکمیل کی، حدیث کی تکمیل مولانا رشید اَحمد گنگوہیؒ کی خدمت میں رہ کر کی، مدت تک ٹونک میں تعلیم و تدریس کی خدمت اَنجام دی پھر مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس ہوگئے حضرت شیخ الہندؒ سے وابستہ اَور اُن کی تحریک کے سرگرم رُکن تھے، بڑے عالی ہمت، ذہین و ذکی اَور مجاہد عالم تھے ہندوستان میں اِن کے بہت سے شاگرد تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے اِرشاد فرمانے پر ہجرت کر کے یاغستان کے آزاد علاقہ میں چلے گئے وہاں کے لوگوں کو وعظ و تبلیغ کے ذریعہ ہندوستان کی آزادی کے لیے تیار کرتے رہے، مقرر بہت اچھے تھے اِن کے وعظ و تقریر سے یاغستان کے لوگوں میں غیر معمولی جوش و خروش پیدا ہو گیا تھا ''جنودِ ربانیہ'' کی فہرست میں اِن کا عہدہ میجر جنرل کا تھا۔

پہلی جنگِ عظیم کے آغاز میں جب ۱۹۱۴ء میں حاجی ترنگزئی نے اَنگریزوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا تو مولانا سیف الرحمٰن نے اُس میں شریک ہو کر نمایاں کام کیے۔ جنگ کی اِس کوشش میں ناکام ہونے کے بعد اَفغانستان چلے گئے۔

برطانوی حکومت سے اِنہیں جو نفرت تھی اُس کا اَندازہ اِس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ہٹلر نے جب فرانس پر حملہ کیا اَور یورپ میں باہم جنگ چھڑ گئی تو حملہ کی خبر سنتے ہی جوش میں آکر سجدہ میں گر گئے اَور یوں گویا ہوئے :

''خدایا ! تیرا شکر ہے کہ بھیڑیوں میں باہم جنگ شروع ہوگئی جس سے مظلوم قوموں کے بچ جانے کی اُمید ہوگئی ہے اَور مجھے اَب اَپنے مرنے کا غم نہیں ہے۔''

اَمیر اَمان اللہ کے عہدِ حکومت میں اَفغانستان میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے پاکستان بننے کے بعد وہ پشاور واپس آگئے۔ ۷؍ جمادی الاوّل ۱۳۶۹ھ کو اَپنے آبائی وطن میں وفات پائی۔ (تاریخ دارُالعلوم ص ۷۰۔۱۷ ج ۲)

مولانا فضل ربی صاحب کے بارے میں تحریک شیخ الہندؒ میں تحریر ہے :

''فضل ربی حال ہی میں دیو بند کے مدرسہ کا متعلم تھا جہاں وہ مولانا محمود حسن کا پکا مرید بن گیا تھا مولانا کے مکان پر خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا محمود الحسن نے اِسے مولوی سیف الرحمٰن، فضل محمود وغیرہ کے ہمراہ جہاد کی تبلیغ کے لیے آزاد علاقہ کو بھیجا تھا ۱۹۱۵ء کی بہت سی لڑائیوں کے لیے ذمہ دار ہے جون ۱۹۱۶ء میں فضل ربی، فضل محمود اَور عبدالعزیز کے ہمراہ حاجی ترنگ زئی کی طرف سے خفیہ مشن پر سردار نصراللہ سے ملاقات کرنے کابل گیا تھا۔ جنودِ ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔''

(اَز تحریکِ شیخ الہندؒ ص ۴۲۱/۴۴)

عرض یہی کرنا تھا کہ حضرت سیّد اَحمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اَنگریزوں کے واپس جانے اَور پاکستان بننے تک وہ جگہ مجاہدین کا مرکز رہی جہاں سیّد اَحمد شہیدؒ نے جہاد کا آغاز فرمایا تھا۔ اَفغانستان اَور آزاد قبائل کا تعلق دہلی اَور دیوبند سے اُس وقت سے آخر تک قائم رہا۔ لاہور میں حضرت مولانا اَحمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اُن مجاہدین کی اِمداد فرماتے رہے جو یاغستان وغیرہ میں تھے۔ (مولانا اَحمد علی صاحب خود بھی جنودِ رَبانیہ میں کرنل تھے۔ تحریک شیخ الہندؒ ۳۹۱/۱۴)

''شہید فی سبیل اللہ'' کی حیاتِ جاودانی کا دُنیا پر ایک پرتو یہ بھی ہوتا ہے کہ اُس کے نظریہ کو دوام و اِستحکام حاصل ہو جاتا ہے۔ آج سرحد میں اُسی جگہ سب سے بڑا مدرسہ ہے جس کے قریب بقول اہل شہدو اِنہیں شہد میں زہر دیا گیا تھا وہ بظاہر شہید ہوگئے مقصد پورا نہ ہو سکا مگر بباطن اَور نتائج کے اِعتبار سے وہ اُتنے ہی کامیاب ہیں جس طرح زندگی میں ہوتے۔ سرحد بلکہ ہندوستان پاکستان وغیرہ میں اُن کا نظریۂ جہاد قائم ہے اَور آج اَفغانستان میں موجودہ جہاد میں حصہ لینے والے علماءِ سرحد کے

شاگرد ہیں، جہاں جہاں اُنہوں نے اِسلامی نظریاتی حکومت کے قیام کی کوشش کی تھی وہاں آج چپہ چپہ پراُن کے ماننے والے موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت سیّد صاحب ؒ کو اُن کے رُفقاءِ کار و متوسلین کو اَور اُن کے اَتباع کو اَپنی رضا وقرب کے اَعلیٰ دَرجات سے نوازے۔

حامد میاں غفرلہٗ

۴رمئی ۱۹۸۰ء

جامعہ مدنیہ کریم پارک نمبر۳ راوی روڈ لاہور

۞ ۞ ۞

مجموعہ مقالاتِ حامدیہ

قرآنیات

عالمِ ربانی محدثِ کبیر

حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید و خانقاہِ حامدیہ

و اَمیر مرکزیہ جمعیت علمائے اِسلام

نظرِ ثانی وعنوانات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

باہتمام

خانقاہِ حامدیہ ۱۹رکلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے ''مجموعہ مقالاتِ حامدیہ'' کا پہلا حصہ جو ''قرآنیات'' سے متعلق ہے شائع ہو کر مارکیٹ میں آچکا ہے، رعایتی قیمت : ۸۰روپے

(رابطہ نمبر : 0333-4249-302)

قسط : ۲۵

پردہ کے اَحکام

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

۞ ۞ ۞

فیشن پرستی :

حق تعالیٰ نے مرد وعورت میں فرق رکھا ہے عورت کو مردوں کی برابری ظاہر کرنا اَور اُن کے مشابہ بننا جائز نہیں اِسی کو تَشَبّہ بِالرِّجَالْ کہتے ہیں یعنی مردوں کی سی صورت وشکل چال ڈھال اِختیار کرنا حرام ہے مگر آج کل عورتوں میں یہ خبط بھی بہت پایا جاتا ہے، وضع قطع میں مرد بننا چاہتی ہیں اِن کا بس چلے تو سچ مُچ مرد ہی بن جائیں مگر کیا کریں یہ تو اِن کے اِختیار سے خارج ہے لہٰذا اِتنا کرتی ہیں کہ مردانہ جوتا ہی پہن لیتی ہیں مردانہ لباس پہن لیتی ہیں۔

بیٹیو ! خدا سے ڈرو کہیں تمہارے ڈاڑھی نہ نکل آئے خدا تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں، یاد رکھو حق تعالیٰ نے اِن باتوں کی تمنا کرنے سے بھی منع کر دیا ہے جو مردوں کے ساتھ خاص ہیں، تو تکلف کے ساتھ اِن کے اِختیار کرنے کو کب جائز رکھیں گے۔

بیٹیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو کہیں تَشَبّہ بِالرِّجَالْ (مردوں کی مشابہت اِختیار) کرنے سے تمہارے منہ پر ڈاڑھی نہ نکل آئے۔ ہم نے لکھنؤ میں ایک تمبا کو بیچنے والی عورت کو دیکھا ہے کہ اُس کے ڈاڑھی نکل آئی۔ مردوں کی وضع اِختیار کرنے والی پر سخت وعید آئی ہے، حضور ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی سی وضع بنائے اَور ایسے مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں جیسی وضع بنائے۔ اِس لعنت کو مسلمان کیسے گوارہ کر سکتا ہے، علماء نے اِس حدیث سے عورتوں کے لیے کھڑے (مردانہ) جوتے پہننے کو حرام کہا ہے۔ (التبلیغ وعظ کساء النساء ج ۷ ص ۱۶۷)

شہروں میں ایسی آزادی پھیلی ہے کہ بعض شہروں میں عورتیں اَچکن (مردانہ لباس) پہنتی ہیں اَور اِس میں قصور عورتوں کا تو ہے ہی، کچھ ڈھیلا پن مردوں کا بھی ہے کہ وہ اِن باتوں کو معمولی سمجھ کر عورتوں پر روک ٹوک نہیں کرتے حالانکہ یہ باتیں ہلکی اَور معمولی نہیں، لعنت سے زیادہ اَور کیا سختی ہوگی جب اِن باتوں پر لعنت آتی ہے تو ہلکی کیسی مگر لوگوں کو دین کا اہتمام ہی نہیں۔ سالن میں ذرا نمک تیز ہوجائے تو مرد ایسے خفا ہوجاتے ہیں کہ کھانا نہ کھائیں اَور رَکابی (پلیٹ) بیوی کے منہ پر دے ماریں اَور مارنے پیٹنے کو کھڑے ہوجائیں مگر لعنت کے کام پر ذرا بھی حرکت نہیں ہوتی بلکہ بعض مرد تو ایسے آوارہ مزاج کے ہیں کہ باہر والی (فیشن والی) عورتوں کو دیکھ کر اُن کے دِل میں خود ہی شوق ہوتا ہے کہ اپنی گھر والیوں کو بھی ایسا بنائیں۔ اَفسوس ! کہاں گئی اُن کی غیرت اَور کہاں گئی شرافت، کیا شریف عورتوں کو بازاری بنانا چاہتے ہیں۔

گھر میں رہنے والی عورتیں تو بس ڈھیلی ڈھالی وضع ہی میں اچھی لگتی ہیں، یہ کیا کہ کسی کسائی پھرتی ہیں، یہ کوئی سپاہی ہیں جو ہر وقت کمر کسی ہوئی ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ میلی کچیلی نہ رہیں کیونکہ صفائی ستھرائی زینت اِختیار کرنا یہ شوہر کا حق ہے مگر یہ مناسب نہیں کہ آستینیں بھی کسی ہوئی ہیں، پاجامے بھی ایسے ہیں کہ چٹکی لو تو کھال چٹکی میں آجائے، جوتا بھی چڑھا ہوا ہے، یہ کیا لغو حرکتیں ہیں خدا تعالیٰ نے تم کو عورت بنایا ہے تم مرد کیسے بن سکتی ہو۔ (التبلیغ النساء ج ۷ ص ۱۶۷)

دُوسری قوموں کا لباس اَور فیشن اِختیار کرنا عقل و نقل کی روشنی میں :

آج کل لوگوں کو اِس مسئلہ میں بھی شبہ ہے کہ دُوسری قوموں کی وضع (فیشن) اِختیار کرنے کے متعلق کہتے ہیں کہ کیا اِس سے اِیمان جاتا رہتا ہے ؟

اِس سے متعلق دو مثالیں عرض کرتا ہوں، اِس وقت سلاطین (اَور مختلف ممالک) میں جنگ ہو رہی تھی، اگر کوئی شخص جو برطانیہ کی فوج میں ہو وہ جرمنی سپاہی کی وردِی پہن لے اَور منصبی خدمت (اپنی ذمہ داری) میں کوئی کوتاہی نہ کرے تو کیا اُس کا یہ فعل (حرکت) اَفسران کی ناخوشی کا ذریعہ نہ ہوگا ؟

دُوسری مثال لیجیے کیا کوئی مرد زَنانہ کپڑے پہننا اپنے لیے تجویز کر سکتا ہے۔ ذرا زَنانہ کپڑے اَور پازیب (چوڑی وغیرہ پہن کر عام جلسہ میں بیٹھ تو جائیں، زنانی وضع (طور طریق) میں سوائے تشبہ کے اَور کیا عیب ہے۔

اَفسوس ایک مسلمان تو دُوسرے مسلمان کی وضع اِختیار نہ کرے کیونکہ اِس میں اگر فرق ہے تو صرف مرد اَور عورت کا ہے۔ اِسلام تو دونوں کا مشترک ہے اَور مسلمان ہو کر غیر مسلمان (دُوسری قوموں) کی وضع اِختیار کرے !

تعجب ہے ! بعض لوگ کہتے ہیں کہ ضرورت کی وجہ سے (دُوسری قوموں کا لباس) پہنتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اِس کی ضرورت تسلیم بھی کر لی جائے تو کیا ہر وقت ہی ضرورت رہتی ہے ؟ یہ سب حیلے ہیں اِس میں اُس کا اَصلی گر (اَور وجہ) بتلا دُوں، بات صرف یہ ہے کہ ایسی قوم کی وضع (اَور فیشن) ہے جو رُعب اَور دبدبہ والی قوم ہے اُس کو محض اِس لیے اختیار کرتے ہیں تاکہ ہمارا بھی رُعب پڑے۔

میں کہتا ہوں کہ کون سا کام اَٹکا ہوا ہے اَصل منشاء محض تکبر ہے۔ بس اپنے کو بڑا بنانے کی کوشش کرتے ہیں اَور یہ بڑا بننا قانونِ اِلٰہی میں بہت بڑا جرم ہے۔ گو تعزیراتِ ہند (ہندوستانی دفعات) میں نہ ملے گا مگر تعزیراتِ شرع (یعنی شریعت کی دفعات) میں ملے گا۔ حضور ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جا سکتا۔ جو جنت کو نہ مانے وہ تو مخاطب ہی نہیں مگر جو جنت کو مانتا ہے وہ سمجھ لے کہ اِس پر کیسی وعید ہے۔

جنت جیسی چیز کا ہاتھ سے جاتے رہنا کیا چھوٹی بات ہے۔ حدیث کے علاوہ قرآن شریف میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اَور شیطان راندۂ دَرگاہ ہوا اُس کا سبب بھی یہی تکبر تھا غرض اپنے آپ کو بڑا سمجھنا یہ جرم ہے اَور فیشن وغیرہ میں جو غلو پیدا ہو گیا ہے اُس کا منشاء تکبر ہے۔

شرعی دلیل :

حق تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں :

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (سورہ ھود)

''اَور تم لوگ ظالموں (یعنی نافرمانوں) کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جائے۔''

اِس سے معلوم ہوا کہ اہلِ باطل کی طرف میلان حرام ہے اَور یہ یقینی بات ہے کہ اپنی وضع اَور طریقہ چھوڑ کر دُوسرے کی وضع اَور طریقہ فیشن خوشی سے تب ہی اِختیار کرتا ہے جب اُس کی طرف دِل سے جھکے اَور نافرمانوں کی طرف جھکنے پر دوزخ کی وعید فرمائی ہے۔ اِس سے صاف معلوم ہوا کہ ایسی وضع اَور طریقہ اِختیار کرنا گناہ ہے۔ (حیات المسلمین ص ۲۲۶، الافاضات ج ۸ نمبر ۳ ص ۵۶۳)

☆ حضرت اِبن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص (وضع یعنی فیشن وغیرہ میں) کسی قوم کی مشابہت اِختیار کرے وہ اُن ہی میں سے ہے۔ (اَحمد، اَبوداؤد)

ف : یعنی اگر کافروں فاسقوں کی وضع بنائے گا وہ گناہ میں اُن کا شریک ہوگا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر دو کپڑے کسم کے رنگے ہوئے دیکھے فرمایا یہ کفار کے کپڑوں میں سے ہے اِن کو مت پہنو۔ (الافاضات ۸)

ف : ایسا کپڑا مرد کے لیے خود بھی حرام ہے مگر آپ نے ایک وجہ یہ بھی فرمائی کہ یہ کفار کے کپڑوں میں سے ہے۔ معلوم ہوا کہ اِس وجہ میں بھی اَثر ہے پس یہ وجہ جہاں بھی پائی جائے گی یہی حکم ہوگا۔ (حیات المسلمین ص ۲۲۵)

☆ حضرت اِبن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے اُن مردوں پر جو عورتوں کی شباہت بناتے ہیں اَور اُن عورتوں پر جو مردوں کی شباہت بناتی ہیں۔ (بخاری)

☆ اِبن اَبی مُلیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے اُنہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مردانی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (اَبوداؤد)

ف : آج کل عورتوں میں اِس کا بہت رواج ہوگیا ہے اَور بعض عورتیں اَنگریزی جوتا پہنتی ہیں جس سے دو گناہ ہوتے ہیں، ایک مردوں کی وضع اِختیار کرنے کا دُوسرا غیر قوم کی وضع اَپنانے کا۔

تشبہ یعنی دُوسری قوموں کے طور طریق اِختیار کرنے کے شرعی اَحکام :

تشبہ بالکفار، اِعتقادات وعبادات میں کفر ہے اَور مذہبی رسومات میں حرام ہے جیسا کہ نصارٰی کی طرح سینہ پر صلیب لٹکانا اَور ہندوؤں کی طرح زنار (دھاگا سا) باندھنا، سر پر چوٹی رکھنا یا جے پکارنا ایسا تشبہ بلا شبہ حرام ہے۔

☆ معاشرت اَور عبادات اَور قومی شعار میں تشبہ مکروہِ تحریمی ہے مثلاً کسی قوم کا وہ مخصوص لباس اِستعمال کرنا جو خاص اُن ہی کی طرف منسوب ہو اَور اُس کا استعمال کرنے والا اُسی قوم کا ایک فرد سمجھا جانے لگے جیسے ہندوانہ دھوتی یہ سب ناجائز اَور ممنوع ہے۔

اِسی طرح کافروں کی زبان اَور اُن کا لب ولہجہ اَور طرزِ کلام کو اِس لیے اِختیار کرنا کہ ہم بھی اَنگریزوں کے مشابہ بن جائیں تو بلا شبہ یہ ممنوع ہوگا۔

☆ اَور جو چیزیں دُوسری قوموں کی نہ قومی وضع ہیں نہ مذہبی وضع ہیں گو اُن کی اِیجاد کی ہوئی ہوں اَور تمام ضرورت کی چیزیں ہیں جیسے دیا سلائی یا گھڑی یا نئے ہتھیار یا نئی ورزشیں جن کا بدل ہماری قوم میں نہ ہو اُس کا برتنا جائز ہے جیسے بندوق، ہوائی جہاز وغیرہ، یہ دَرحقیقت تشبہ نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اِس کے استعمال کرنے سے نیت واِرادہ کافروں کی مشابہت کا نہ ہو مگر اُن جائز چیزوں کی تفصیل اپنی عقل سے نہ کریں بلکہ علماء سے پوچھ لیں۔ (حیات المسلمین)

☆ اَور مسلمانوں میں جو فاسق یا بدعتی ہیں اُن کی وضع اِختیار کرنا بھی گناہ ہے۔ (اَنفاسِ عیسٰی)

تشبہ ختم ہو جانے کی پہچان :

اِس کا معیار یہ ہے کہ جن چیزوں کے دیکھنے سے عام لوگوں کے ذہن میں یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ بات کفار کی ہے اَور کفار کی خصوصیت کی طرف ذہن ہو جاتا ہو تو تشبہ ہوگا وَرنہ نہیں۔ (بس تشبہ کے ختم ہو جانے کی) پہچان یہ ہے کہ اِن چیزوں کے دیکھنے سے عام لوگوں کے ذہن میں یہ کھٹک نہ ہو کہ یہ وضع تو فلانے لوگوں کی ہے۔ جب تک یہ خصوصیت باقی ہے اُس وقت تک منع کیا جائے گا جیسے ہمارے

ملک میں کوٹ پتلون پہننا، دھوتی باندھنا یا عورتوں کو لہنگا (یا ساڑھی اَور مردانہ کُرتے) پہننا اَلبتہ اگر یہاں پر بھی کوٹ پتلون عام ہو جائے کہ ذہن میں خصوصیت جاتی رہے تو ممنوع نہ ہوگا مگر جب تک دِل میں کھٹک ہے اُس وقت تک تشبہ کی وجہ سے ناجائز رہے گا۔(حسن العزیز ج ۳ ص ۲۱۳)

چند مثالیں :

☆ ایک صاحب نے عرض کیا کہ جو شخص لندن میں مسلمان ہو اَور وہاں کوٹ پتلون پہنے تو تشبہ ہوگا یا نہیں ؟ فرمایا وہاں تشبہ نہیں ہوگا کیونکہ وہاں یہ نہیں سمجھا جاتا کہ یہ غیر قوم کا لباس ہے وہاں تو سب کا لباس یہی ہے کوئی اِمتیاز نہیں، اگر یہاں پر بھی کوٹ پتلون عام ہو جائے کہ ذہن سے خصوصیت جاتی رہے تو ممنوع نہ ہوگا۔(حسن العزیز ج ۴ ص ۲۰۸)

☆ سوال کیا گیا کہ عورتوں کو اپنے کُرتے میں کف لگانا جائز ہے یا نہیں ؟

فرمایا جہاں مردوں کے ساتھ تشبہ ہو وہاں ممنوع ہے اَور جہاں (عام رواج ہو جانے کی وجہ سے مردوں کے ساتھ تشبہ) نہ ہو وہاں جائز ہے۔(ملفوظات ج ۳ ص ۷۵)

☆ میز کرسی پر کھانا کھانے کی قباحت میں بعض مقامات میں تأمل ہوتا ہے کیونکہ اِن مقامات میں اَب یہ عام طور سے مشہور ہے اَور عام ہو گیا ہے اَور عمومِ شہرت کی وجہ سے تشبہ سے نکل جائے گا مگر پورا عام نہیں ہوا اِس لیے دِل میں کچھ کھٹک سی رہتی ہے جب تک دِل میں کھٹک ہے اُس وقت تک تشبہ کی وجہ سے ناجائز رہے گا۔(الکلام الحسن ص ۸۳)

ضروری تنبیہ اَز مرتب :

فائدہ : مذکورہ بالا اُصول وقواعد اَور مثالوں سے لباس اَور زینت کے تمام مسائل کو سمجھنا چاہیے۔زمانہ اَور مکان کے لحاظ سے اَحکام مختلف بھی ہو سکتے ہیں مثلاً ساڑھی پہننا اِس وقت یو۔پی میں غیر مسلم بدکار اَور آزاد عورتوں کا لباس سمجھا جاتا ہے اِس لیے مکروہ ہوگا لیکن صوبہ بہار میں عام لباس ہی یہی ہے مسلمان عورتیں بکثرت بلکہ سب ساڑھی اِستعمال کرتی ہیں اِس لیے وہاں تشبہ کا سوال ہی نہیں

پیدا ہوتا لہٰذا وہاں بلا کراہت جائز ہوگا۔

دُوسری قوموں کے نئے نئے فیشن اِختیار کرنا :

بعض عورتوں نے سایہ (ساڑھی) پہننا شروع کیا ہے اَور وہ میم صاحب بننا چاہتی ہیں۔ ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں، کان ننگے اُن میں بالیں تک نہیں جو طرز میموں کا ہے وہ اِختیار کیا ہے، عورتوں میں یہ نیا فیشن ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اِس سے قطع نظر کہ تشبہ (یعنی لباس میں بھی دُوسری قوموں کی مشابہت اِختیار کرنا) ناجائز ہے۔ اَخلاق پر بھی تو اِس کا بہت اَثر پڑتا ہے وہ یہ کہ اِس سے تکبر پیدا ہوتا ہے تو جو (لباس) تکبر کا سبب ہوگا وہ بھی ناجائز ہوا۔ (ایسا لباس پہننے والے) اپنے آپ کو بڑا اَور دُوسروں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

اَور میں یہ نہیں کہتا کہ غیر قوم کی ہر چیز ناجائز ہے بلکہ وہ ناجائز ہے جس کو دُوسری قوم کے ساتھ خصوصیت ہے اَور جس چیز کو دُوسری قوم کے ساتھ خصوصیت نہیں وہ جائز ہے جیسے کرسی وغیرہ میں کوئی اِمتیازی شکل باقی نہیں رہی اَور وہ کسی خاص قوم کی وضع نہیں سمجھی جاتی اِس لیے جائز ہے اَور سایہ (ساڑھی) وغیرہ میں اِمتیازی شکل باقی ہے اِس لیے ناجائز ہے۔

اَور اِمتیازی شکل باقی رہنے یا نہ رہنے کی علامت یہ ہے کہ اگر اُس کو دیکھ کر طبیعت کھٹک جائے کہ یہ تو فلاں قوم کا طرز (لباس) ہے تو تشبہ ہے ورنہ تشبہ نہیں چنانچہ سایہ (ساڑھی) وغیرہ دیکھ کر فورًا دیکھنے والے کا ذہن منتقل ہوتا ہے کہ یہ تو میموں کا طرز ہے اَور کرسی میں ایسا نہیں ہے۔

اِسی پر اَور چیزوں کو قیاس کرلو (اَلبتہ اگر رواج ہوجانے کی وجہ سے طبیعت میں یہ کھٹک باقی نہ رہے کہ یہ تو دُوسری قوم کا لباس ہے تو تشبہ ختم ہوجائے گا اَور تشبہ کی وجہ سے ممانعت بھی باقی نہ رہے گی۔(التبلیغ احکام المال ج ۱۵ ص ۱۳۰)

مردوں کے کہنے سے دُوسری قوموں کا لباس پہننا :

آج کل بہت سی جگہ عورتوں کو فیشن کا بہت اہتمام ہوگیا ہے، دُوسری قوموں کی وضع بناتی ہیں سایہ (ساڑھی) پہننے لگی ہیں۔ کانپور میں دیکھا بعض عورتیں اَچکن (صدری وغیرہ مردانہ لباس) پہنتی ہیں یہ آفت اَب نازل ہوئی ہے۔

اَور بعض جگہ عورتیں خود ایسا نہیں کرتیں مگر بعض مرد اِن عورتوں کو اِس پر مجبور کرتے ہیں مگر یہ سمجھ لیجیے کہ لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اِطاعت نہیں پس عورتوں کو چاہیے کہ مردوں کے کہنے سے ایسا لباس ہرگز نہ پہنیں جس میں مردوں کے ساتھ (یا دُوسری قوموں کا) تشبہ ہے۔ (اَلعاقلات الغافلات ص ۳۴۴)۔ (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (ادارہ)

قسط : ۲۱

سیرت خُلفائے راشدین

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوئی ﴾

اَمیر المؤمنین فاروقِ اَعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

فاروقِ اَعظمؓ کے گشت کے چند واقعات :

دُنیا میں کون بادشاہ ایسا ہوا ہے جو خود چوکیداری کا کام بھی اَنجام دے، حضرت فاروقِ اعظمؓ دِن کو تن تنہا مدینہ کی گلیوں میں پھرا کرتے تھے اَور صرف ایک دُرّہ ہاتھ میں ہوتا تھا اَور راستہ چلتے چلتے کوئی مجرم قابل سزا مِل جاتا تو وہیں اپنے دُرّہ سے سزا دیتے اَور راتوں کو تنہا گشت کرتے تھے، نہ صرف مدینہ میں بلکہ باہر سفر میں جاتے تھے وہاں بھی لوگ کہا کرتے تھے کہ اِن کا دُرّہ دُوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ اِن کے گشت کے واقعات تو بہت ہیں مگر جس طرح اَور حالات تھوڑے تھوڑے لکھے گئے ہیں اِسی طرح اُن واقعات میں سے بھی چند لکھے جاتے ہیں۔

☆ ایک روز تاجروں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ میں آگیا اَور شہر کے باہر فروکش ہوا۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کہ آؤ آج رات کو ہم تم اِس قافلہ کی حفاظت کریں چنانچہ شب کو دونوں اِس قافلہ کی حفاظت میں مشغول رہے، تہجد کی نماز بھی دونوں نے وہیں پڑھی، رات میں بار بار ایک بچے کے رونے کی آواز آتی تھی اَور حضرت فاروقِ اعظمؓ اُس کی ماں سے جا کر فرماتے تھے کہ اپنے بچے کو کیوں رُلاتی ہے۔ آخر رات میں پھر اُس کے رونے کی آواز آئی تو آپؓ نے جا کر فرمایا کہ تو بُری ماں ہے تیرے لڑکے کو رات بھر قرار نہیں آیا۔ وہ عورت بولی کہ اے خدا کے بندے تو نے مجھے پریشان کر دیا۔ بات یہ ہے کہ میں اِس کا دُودھ چھڑانا چاہتی ہوں مگر وہ ابھی چھوڑتا نہیں اِس لیے بیقرار رہتا ہے۔ آپؓ نے پوچھا، کتنے مہینے کا ہے اُس نے کہا اَبھی چند مہینے کا ہے۔ آپؓ نے فرمایا تو پھر اِتنی

جلدی دُودھ کیوں چھڑاتی ہے ؟ اُس نے کہا بات یہ ہے کہ عمر بن خطابؓ وظیفہ اُسی بچے کا مقرر کرتے ہیں جو دُودھ چھوڑ چکتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ تم اَبھی جلدی نہ کرو پھر آپ نمازِ فجر پڑھنے تشریف لائے اَور بعد نماز کے آپ بہت روئے اَور فرمایا کیسی خرابی عمر کی ہوگی، معلوم نہیں کتنے مسلمان بچوں کی اُس نے جان لی پھر آپؓ نے حکم دیا کہ اعلان کر دیا جائے کہ لوگ اپنے بچوں کے دُودھ چھڑانے میں جلدی نہ کریں مسلمان بچے کا وظیفہ پیدا ہوتے ہی مقرر ہو جایا کرے گا پھر یہی حکم آپؓ نے تمام صوبوں کے حکام کو لکھ بھیجا۔

☆ حضرت اَنسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں حضرت فاروقِ اعظمؓ گشت کر رہے تھے۔ ایک اعرابی کی طرف سے آپ کا گزر ہوا جو اَپنے خیمے کے سامنے بیٹھا ہوا تھا آپؓ اُس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اَور اُس سے پوچھنے لگے کہ تم اِس طرف کیوں آئے ہو ؟ یہی باتیں آپؓ اُس سے کر رہے تھے کہ یکا یک خیمے سے رونے کی آواز آئی۔ آپؓ نے دریافت کیا کہ یہ رونے کی آواز کیسی ؟ اُس اعرابی نے کہا یہ بات تم سے تعلق نہیں رکھتی۔ ایک عورت ہے اُس کے دردِ زِہ ہو رہا ہے۔ یہ سُن کر آپ اپنے مکان میں تشریف لائے اَور فرمایا اے اُمّ کلثوم ذرا کپڑے تو پہنو اَور میرے ہمراہ چلو۔ چنانچہ آپؓ اُن کو لے کر اُس اعرابی کے پاس پہنچے اَور فرمایا کہ کیا اِس عورت کو تم اِجازت اَندر آنے کی دیتے ہو، اِس کی وجہ سے تنہائی کی تکلیف رَفع ہو جائے گی۔ اُس اعرابی نے اِجازت دی اَور وہ اَندر تشریف لے گئیں۔ تھوڑی دیر بعد اُمّ کلثومؓ نے پکار کر کہا کہ اَمیر المومنین اپنے دوست کو خوشخبری دیجیے کہ لڑکا پیدا ہوا۔ اُس اعرابی نے اَمیر المومنین کہتے سُنا تو کانپ گیا اَور جلدی سے مؤدب ہو کر بیٹھا اَور معذرت کرنے لگا۔ آپؓ نے فرمایا کوئی حرج کی بات نہیں، صبح کو ہمارے پاس آنا اَور پھر آپ نے اُس بچہ کا وظیفہ مقرر کر کے اُس کو کچھ دیا۔

☆ جب ملکِ شام سے واپس ہوئے تو ایک روز تنہا گشت کے لیے نکلے ایک بڑھیا ملی اُس سے آپؓ نے حالات پوچھنا شروع کیے کہ عمر جو تمہارا اَمیر المومنین ہے کیسا آدمی ہے ؟ اُس بڑھیا نے بُرائی بیان کی اَور کہا جب سے وہ خلیفہ ہوا مجھے ایک پیسہ بھی نہ مِلا۔ آپؓ نے فرمایا، عمر کو تمہارا حال کیا

معلوم، تم نے اُس کو اِطلاع کیوں نہ دی ؟ بڑھیا نے کہا وہ اَمیر المومنین ہے اُس کو مشرق سے مغرب تک ہر مقام کا حال معلوم کرنا چاہیے۔ یہ سُن کر آپؓ رونے لگے اَور فرمایا مجھے عمر پر رحم آتا ہے۔ اچھا تمہارے اُوپر جو اُس نے ظلم کیا ہے اُس کا کیا معاوضہ لوگی ؟ بڑھیا نے کہا، میرے ساتھ تمسخر نہ کرو۔ آپؓ نے فرمایا میں تمسخر نہیں کرتا یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سامنے سے حضرت علیؓ اَور اِبنِ مسعودؓ آگئے اَور اُنہوں نے کہا السلام علیک یا اَمیرالمومنین۔ اَب بڑھیا کے حواس گم ہوگئے کہ میں نے اَمیرالمومنین کو اُن کے منہ پر بُرا کہا۔ آپؓ نے فرمایا کچھ حرج نہیں۔ پھر ایک چمڑے کے ٹکڑے پر ایک تحریر لکھوائی کہ عمر نے اَپنا ظلم اِس بڑھیا سے پچیس اَشرفی کے عوض میں معاف کرایا ہے اَب یہ قیامت کے دِن اللہ کے سامنے دعوٰی نہیں کرسکتی اَور اِس پر حضرت علیؓ اَور اِبنِ مسعودؓ کی گواہی کرائی۔

☆ ایک شب کو گشت کر رہے تھے، ایک گھر سے گانے کی آواز آئی پشت کی دیوار سے چڑھ کر آپؓ گھر کے اَندر گئے تو دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کے پاس ایک عورت بھی بیٹھی ہوئی ہے اَور شراب بھی رکھی ہوئی ہے۔ آپؓ نے فرمایا، اے دُشمنِ دین کیا تو یہ سمجھتا تھا کہ باوجود اِن معاصی کے اللہ تیری ستر پوشی کرے گا۔ اُس نے کہا کہ اے اَمیر المومنین سزا دینے میں جلدی نہ کیجیے، میں نے صرف ایک گناہ کیا لیکن آپؓ نے تین[۱] گناہ کیے۔

اَوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی کے عیب کا تجسس نہ کرو اَور آپ نے کیا۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گھروں میں دَروازے کی طرف سے جاؤ۔ اَور آپ میرے مکان میں پشت کی دِیوار سے آئے۔

سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی کے گھر میں بغیر اُس کی اِجازت کے نہ جاؤ۔ اَور آپ میرے گھر میں بغیر میری اِجازت کے آئے۔

---

[۱] اُس شخص کی تینوں باتوں کا جواب آسان تھا مگر آپؓ کی ذات پر کوئی شخص اعتراض کرتا تو آپؓ اُس کو رَد نہ فرماتے۔ یہ تینوں حکم حاکمِ وقت کے لیے نہیں ہیں وہ اِنتظامی معاملات میں تجسس بھی کرسکتا ہے گھر کے اَندر پشت کی جانب سے اَور بغیر اِجازت کے بھی جاسکتا ہے۔

یہ سُن کر آپؓ نے فرمایا کہ اچھا اگر میں معاف کر دُوں تو تجھ سے کچھ نیکی ظاہر ہوگی۔ اُس نے کہا ہاں اَمیر المومنین پھر کبھی ایسا نہ کروں گا۔

☆ ایک شب کو گشت کرتے ہوئے ایک گھر کے قریب پہنچے تو سُنا کہ ایک ضعیفہ اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ دُودھ میں پانی مِلا دے۔ لڑکی نے جواب دیا کہ اَمیر المومنین کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ دُودھ میں پانی مِلا کر نہ بیچا جائے، بڑھیا نے کہا اِس وقت نہ اَمیر المومنین یہاں ہے نہ اُس کا منادی، لڑکی نے کہا اللہ کی قسم! یہ بات ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ظاہر میں تو اِطاعت کریں اَور باطن میں مخالفت۔ یہ سُن کر آپ بہت خوش ہوئے اَور اپنے غلام سے جو اُس وقت ہمراہ تھے فرمایا کہ اِس مکان پر کوئی نشان بنا دو۔ دُوسرے دِن وہاں آپؓ نے ایک شخص کو بھیجا اَور اُس لڑکی کو اپنے صاحبزادے حضرت عاصمؓ کے لیے پیغام دیا اَور فرمایا کہ اِس نکاح میں برکت ہوگی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ اِسی لڑکی کی نسل سے ہیں۔

☆ ایک شب گشت کر رہے تھے ایک گھر کی طرف سے گزر ہوا جہاں ایک عورت تھی اَور اُس کے گرد کچھ بچے بیٹھے رو رہے تھے اَور چولھے پر ایک دیگچی چڑھی ہوئی تھی۔ آپؓ نے اُس عورت سے دَریافت کیا کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں ؟ اُس عورت نے کہا کہ بھوک کی وجہ سے۔ آپؓ نے پوچھا کہ دیگچی میں کیا چیز پک رہی ہے ؟ اُس نے کہا کہ اِس میں تو میں نے پانی بھر دیا ہے، اِن لڑکوں کو بہلا رہی ہوں کہ کسی طرح سو جائیں۔ یہ سُن کر آپؓ کے آنسو نکل آئے اَور فوراً صدقہ کے بیت المال میں تشریف لے گئے اَور وہاں سے آپؓ نے کچھ آٹا اَور کچھ گھی اَور کچھ چربی اَور کچھ چھوارے اَور کچھ کپڑے اَور کچھ روپے لیے اَور فرمایا کہ اے اسلمؓ اِن سب چیزوں کو میری پیٹھ پر لاد دے۔ اسلمؓ نے کہا کہ اے اَمیر المومنین میں لے چلوں گا، فرمایا نہیں، باز پُرس تو مجھ سے ہی ہوگی۔ غرض کہ اپنی پیٹھ پر لاد کر اُس عورت کے مکان تک لے گئے اَور دیگچی لے کر خود ہی کچھ آٹا اَور کچھ چربی اَور کچھ چھوارے ڈال کر اپنے ہاتھ سے مخلوط کیا اَور خود ہی چولھے میں کچھ آنچ کی، ریش مبارک آپؓ کی بڑی تھی اِس لیے بالوں میں دُھواں بھر گیا تھا جب وہ پک کر تیار ہوا تو اپنے ہاتھوں سے نکال کر بچوں کے سامنے رکھا جب وہ

کھا کر سیر ہو گئے اُس وقت وہاں سے ہٹے۔

☆ جب اپنے آخری حج سے لوٹنے لگے تو اَثنائے راہ میں ایک مقام پر پہنچ کر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جس کو جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے، یہ وادی ضجنان وہی مقام ہے جہاں میں اپنے والد خطاب کے اُونٹ چرانے کو آتا تھا، اُن کا مزاج بہت سخت تھا، مجھ سے کچھ قصور ہو جاتا تھا تو وہ مجھے مارتے تھے اَور اَب خدا نے اِس رُتبہ پر پہنچایا کہ اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کا خوف مجھے ہو سکے۔

☆ ایک مرتبہ مسجد سے نکلے، جارُود رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ایک عورت ملی، آپ رضی اللہ عنہ نے اُس کو سلام کیا، اُس نے سلام کا جواب دیا اَور کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ مجھے تمہارا وہ وقت یاد ہے جب بازارِ عکاظ میں لوگ تم کو عمیر کہتے تھے پھر تھوڑے ہی دنوں بعد لوگ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اَور اَب تم اَمیر المومنین ہو، خدا سے ڈر کے کام کرنا۔ جارُود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عورت سے کہا کہ تو نے اَمیر المومنین سے بہت گستاخی کی باتیں کیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے منع فرمایا کہ تم اِن کو نہیں پہچانتے یہ خولہ بنتِ حکیم ہیں جن کی بات خدا نے سات آسمانوں [1] کے اُوپر سے سُنی ہے لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ تو زیادہ مستحق اِس بات کا ہے کہ اِن کی بات سُنے۔

☆ جب اپنی خلافت کے زمانہ میں ملکِ شام تشریف لے گئے تو ایک عیسائی راہب جو دَیر قدس کا متولی تھا، آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اَور اُس نے ایک تحریر آپ رضی اللہ عنہ کو دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُس تحریر کو دیکھ کر بہت تعجب کیا اَور فرمایا لَیْسَ لِعُمَرَ وَلَا لِابْنِہٖ یعنی یہ مال نہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہے نہ عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا۔ پھر آپ نے اُس کا قصّہ بیان فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملکِ شام میں آیا تھا لوٹتے وقت مجھے اپنی ایک ضرورت یاد آئی لہٰذا میں راستہ ہی سے لوٹ آیا اَور دِل میں یہ خیال کیا کہ قافلہ سُست رفتاری سے چلتا ہے میں تیزی سے چل کر پھر اپنے قافلہ سے مِل جاؤں گا۔ میں ایک بازار میں چلا جا رہا تھا

---

[1] یہ اِشارہ ہے اِس آیت کی طرف قد سمع اللّٰہ قول التی تجادلک فی زوجھا ترجمہ : اللہ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے اَپنے شوہر کی بابت جھگڑ رہی ہے۔

کہ ایک عیسائی پادری مِلا اَور اُس نے میری گردن پکڑ لی۔ میں اُس سے چھڑانے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ وہ مجھے ایک گرجا کے اَندر لے گیا، کچھ مٹی وہاں ڈھیر تھی اُس نے مجھے ایک پھاوڑا دیا کہ یہ مٹی یہاں سے ہٹا کر وہاں ڈالو اَور باہر سے بند کر کے چلا گیا۔ جب دوپہر کو وہ آیا اَور اُس نے دیکھا کہ میں نے کچھ کام نہیں کیا تو اُس نے ایک گھونسا میرے سر پر مارا۔ اُس کے جواب میں میں نے وہی پھاوڑا اُٹھا کر اُس کے سر پر مار دیا جس سے اُس کا بھیجا بہہ گیا پھر میں وہاں سے نکل کر چل دیا۔ بقیہ دِن اَور پوری رات چلتا رہا۔ قضائے اِلٰہی صبح ہوئی تو پھر ایک گرجا ہی کے دَروازے پر میں اُس کے سائے میں کچھ دیر کے لیے بیٹھ گیا، اُس وقت اُس گرجا سے یہی شخص نکلا جس نے یہ تحریر مجھے اِس وقت دی ہے۔ یہ میرے لیے کھانا پانی لایا اَور باصرار مجھے کھلایا پلایا اَور ایک مرتبہ نیچے سے اُوپر تک مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ سب اہلِ کتاب جانتے ہیں کہ اَب رُوئے زمین پر مجھ سے زیادہ کوئی عالم کتبِ سماویہ کا نہیں۔ میں تم میں اُس شخص کی تمام علامات پاتا ہوں جو ہم کو اِس دَیر (گرجا) سے نکالے گا اَور پورے شہر پر قابض ہو جائے گا۔ میں نے اُس سے کہا کہ تم یہ کیسی بے تکی باتیں کر رہے ہو ؟ اُس نے کہا اچھا اَپنا نام بتاؤ۔ میں نے کہا! عمر بن خطاب۔ اُس نے کہا خدا کی قسم تم ہی ہو اِس میں کچھ شک نہیں۔ پھر مجھ سے کہنے لگا کہ مجھے ایک تحریر لکھ دو کہ اِس گرجا کے متعلق جس قدر معافی ہے وہ میں نے برقرار رکھی۔ میں نے کہا کہ تم نے میرے ساتھ اِحسان کیا ہے اَب مسخرا پن کر کے اُس کو مکدر نہ کرو۔ اُس نے کہا اچھا لکھ دیجیے۔ اگر میرا خیال غلط ہے تو لکھ دینے میں آپؓ کا کچھ نقصان نہیں ہوگا چنانچہ میں نے ایک تحریر اُس کو لکھ کر دے دی وہی تحریر آج اُس نے میرے سامنے پیش کی ہے اَور کہتا ہے کہ اَپنا وعدہ پورا کیجیے، میں نے اُس کو یہ جواب دیا کہ مال نہ میرا ہے نہ میرے بیٹے کا، میں کیسے دے سکتا ہوں۔

☆ یمن کے لوگ جب آتے تو آپؓ ایک ایک سے جا کر پوچھتے کہ تم میں اُویس قرنیؒ کون شخص ہے ؟ یہاں تک کہ ایک مرتبہ اُویس قرنی خود آئے ہوئے تھے اُن سے ملاقات ہوگئی۔ آپؓ نے اُن سے پوچھا کہ تم قبیلہ مراد کی شاخ قرن سے ہو۔ اُنہوں نے کہا جی ہاں۔ آپؓ نے فرمایا کہ تمہارے

سفید داغ تھا وہ اچھا ہوگیا۔ اُنہوں نے کہا، ہاں اَب صرف ایک دِرہم کے برابر باقی رہ گیا ہے۔ آپؓ نے فرمایا تمہاری والدہ بھی ہیں، اُنہوں نے کہا، ہاں۔ تو پھر آپؓ نے فرمایا کہ مجھ سے رسولِ خدا ﷺ نے تمہارے متعلق یہ سب باتیں بیان فرمائی تھیں اَور فرمایا تھا کہ اللہ کے یہاں اُس کی یہ عزت ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر کسی بات کی قسم کھالے تو اللہ اُس کی قسم پوری کرے گا، اے عمرؓ اَگر تم سے ہو سکے تو تم اُس سے اِستغفار کرانا چنانچہ اُویس قرنیؒ نے اِن کے لیے اِستغفار کیا۔ پھر آپؓ نے اُن سے دَریافت کیا کہ اَب کہاں جانا چاہتے ہو ؟ اُنہوں نے کہا کہ کوفہ میں۔ آپؓ نے فرمایا کہو تو میں حاکمِ کوفہ کو تمہارے لیے کوئی فرمان لکھ دُوں۔ اُنہوں نے کہا جی نہیں، میں تو گم نام لوگوں میں رہنا چاہتا ہوں سال آئندہ پھر اُن کے قبیلے کے کچھ لوگ حج کرنے کو آئے تو حضرت فاروقِ اعظمؓ نے اُن سے کچھ دَریافت کیا کہ اُویس قرنیؒ کو تم نے کس حال میں چھوڑا ؟ لوگوں نے کہا ہم نے اُن کو نہایت شکستہ اَور مفلسی کی حالت میں چھوڑا۔ پھر آپؓ نے اُن کے متعلق حدیث بیان کی اَور فرمایا کہ اَب اُن کے پاس جانا تو اپنے لیے اِستغفار کرانا چنانچہ وہ لوگ جب لوٹ کر گئے تو اُویس قرنیؒ سے مِلے اَور اپنے لیے اِستغفار کی دَرخواست کی۔ اُویس قرنیؒ نے کہا کہ تم اَبھی حج کر کے آرہے ہو تم میرے لیے اِستغفار کرو جب اُن لوگوں نے زیادہ اِصرار کیا تو اُنہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم حضرت عمرؓ سے مِل کر آئے ہو پھر اُن لوگوں کے لیے اِستغفار کیا مگر یہ خیال اُن کو ہوا کہ اَب میری شہرت ہوگئی ہے اِس لیے کہیں اَور چل دیے پھر پتہ نہ چلا۔ (جاری ہے)

نظامِ سرمایہ داری کی لوٹ مار کا ایک اَور کرتب

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی، صدر جامعہ دارُ العلوم کراچی ﴾

راقم کی حالیہ کتاب ''اِسلامی معیشت کی خصوصیات اَور نظامِ سرمایہ داری'' جس میں ''تھرڈ پارٹی اِنشورنس'' کی جو تفصیل پہلی دفعہ سامنے لائی گئی ہے اُس سے نظامِ سرمایہ داری کی خوبصورت لوٹ مار کا ایک اَور کرتب سامنے آتا ہے۔

تھرڈ پارٹی اِنشورنس، جبری :

یہ ایک قسم کا جبری اِنشورنس ہے جو ''تھرڈ پارٹی اِنشورنس'' کہلاتا ہے یہ تو ہراُس شخص کو کرانا اَور اُس کی فیس (پریمیم) ہر سال اِنشورنس کمپنی کو اَدا کرنا قانونًا لازم ہے جو کسی بھی چھوٹی بڑی گاڑی کا مالک ہوحتّٰی کہ موٹر سائیکل یا موٹر رکشہ بھی، خواہ کتنا ہی بوسیدہ اَور پرانا ہو اِس سے مستثنیٰ نہیں۔

اِنشورنس کمپنی جو عمومًا سرکاری نہیں ہوتی بلکہ اَفراد کی ملکیت ہوتی ہے اَور لمیٹڈ ہوتی ہے، یہ فیس حکومت اَور قانون کی طاقت اِستعمال کرتے ہوئے اِتنی سختی اَور پابندی سے وصول کرتی ہے کہ گاڑی کے دیگر کاغذات کی طرح اِس اِنشورنس کا سرٹیفکیٹ بھی گاڑی میں موجود رہنا ضروری ورنہ پولیس چالان کر دیتی ہے۔

اِس اِنشورنس کا کوئی فائدہ اِنشورنس کمپنی کے علاوہ کبھی گاڑی کے مالک کو بھی پہنچتا ہے یا نہیں ؟ یا اِس کی گاڑی سے جس بے چارے ''تھرڈ پارٹی'' کا نقصان ہو جائے اُس کے نقصان کی تلافی کی بھی کوئی صورت بنتی ہے یا نہیں ؟

یہ معلوم کرنے کے لیے میں نے بہت سے گاڑی کے مالکان سے پوچھا (جن میں خود میں بھی داخل ہوں) سب کے جواب کا حاصل یہی تھا کہ حقیقتًا اَور عملاً اِس کا فائدہ ہمارے سامنے کچھ نہیں آیا سوائے اِس کے کہ ''اِس کی بدولت پولیس کے چالان سے بچ جاتے ہیں''۔

اَب جبکہ یہ مقالہ لکھ رہا ہوں اَور اِنشورنس کی بات بھی آہی گئی تو میں نے اپنے زیرِ اِستعمال گاڑی کے کاغذات جو اِسی اِنشورنس سے متعلق ہیں اَور تقریبًا پانچ صفحات پر مشتمل ہیں، زندگی میں پہلی بار نکال کر اُن کا تفصیلی جائزہ لیا، یہ جائزہ جو اِس مقالے کی ضرورت سے لینا پڑا ایک قسم کی ریاضت سے کم نہ تھا مگر یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اِن کاغذات میں جو وعدہ دَرج ہے کہ ایک مقررہ حد تک ''تھرڈ پارٹی'' کے نقصانات کی تلافی کی جائے گی اِس پر عمل کیوں نہیں ہوتا اَور اِس اِنشورنس سے گاڑی والے یا ''تھرڈ پارٹی'' کو کوئی فائدہ کیوں نہیں پہنچتا ؟ جو صورتِ حال سامنے آئی قارئین کی دلچسپی کے لیے دَرجِ ذیل ہے :

(۱) اِس اِنشورنس پالیسی سے متعلق اِن کاغذات میں ساری تفصیلات اَنگریزی زبان میں باریک ٹائپ پر چھاپی گئی ہیں صرف مندرجہ ذیل عبارت جو گاڑی والے کی ذمّہ داری اَور سزا کی سخت دھمکی پر مشتمل ہے اُردو میں نسبتًا موٹے حروف میں ہے، ملاحظہ ہو :

> ''ضروری ہدایت : موٹر وہیکلز ایکٹ 1939ء کی دفعہ 125/94 کے تحت بغیر اِنشورنس گاڑی چلانا یا چلانے کی اِجازت دینا قانونًا جرم ہے بغیر اِنشورنس گاڑی چلانے والے کے لیے تین ماہ تک قید، جرمانے یا دونوں سزائیں بیک وقت مقرر ہیں۔''

گاڑی والے کی یہ ذمّہ داری اَور دھمکی تو کمپنی نے بڑی صاف گوئی اَور ''بے تکلفی'' سے واضح حروف میں بلکہ اُردو میں بھی چھاپ دی ہے۔

(۲) کمپنی کی ذمّہ داری کیا ہے اَور وہ اِس فیس کے عوض کیا دینے کا وعدہ کرتی ہے ؟ یہ بات ''ضرورتِ شعری'' کی بناء پر صرف اَنگریزی زبان میں چھاپی گئی ہے تاکہ موٹر رکشہ والے، ٹیکسی ڈرائیور جیسے کم پڑھے لکھے لوگ اِن کو پڑھنے کا اِرادہ بھی نہ کر سکیں خصوصًا پاکستان جیسے ملک میں۔

(۳) کمپنی کی یہ ذمّہ داری اَور متعلقہ تفصیلات باریک ٹائپ پر چھاپی گئی ہیں کمزور بینائی والا اِنہیں ذہنی کوفت کے بغیر نہیں پڑھ سکتا۔

(۴) اِن کاغذات میں تلافیٔ نقصان کے لیے زیادہ سے زیادہ جس رقم کا وعدہ کیا گیا ہے وہ مضحکہ خیز حد تک اِتنی کم ہے کہ اِسے ٹریفک حادثے کے مقابلے میں ''برائے نام'' ہی کہا جا سکتا ہے یعنی صرف بیس ہزار روپے، اِنشورنس کمپنی اِس سے زیادہ اَدا کرنے کی ہرگز ذمّہ دار نہیں اگرچہ نقصان لاکھوں کا یا بے چارے ''تھرڈ پارٹی'' کی جان ہی کا ہوگیا ہو۔

(۵) یہ وعدہ اِتنی زیادہ شرائط کے ساتھ مشروط ہے کہ اِن کو پورا کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

(۶) پھر اِس وعدے سے بچنے کے لیے کمپنی کو اِتنے اِختیارات دیے گئے ہیں کہ اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کمپنی اَور متعلقہ قانون دَراصل کسی قسم کی تلافیٔ نقصان کا اِرادہ نہیں رکھتے۔

(۷) اس قانونی تحریر میں انشورنس کمپنی کو جگہ جگہ ہی اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ اس حقیر رقم کا دعویٰ کرنے والے کے خلاف عدالت میں اَپنا دفاع کرے۔

(۸) اس رقم کے ''بوجھ'' سے کمپنی کو بچانے کے لیے اِس قانون میں اِتنی صورتیں مستثنٰی کردی گئی ہیں کہ اِن کے ہوتے ہوئے کسی سمجھدار آدمی کو اِس حقیر رقم کی بھی اُمید نہیں رکھنی چاہیے۔

(۹) اِس رقم کی حد تک کمپنی سے تلافیٔ نقصان کا مطالبہ کرنے اَور اَپنا حق حاصل کرنے کا طریقہ کار کیا ہوگا ؟ وہ بھی اَچھا خاصا مبہم ہے۔

(۱۰) یہ ساری تفصیلات ایسی فنی اِصطلاحوں اَور قانونی زبان میں لکھی گئی ہیں کہ اِن کو سمجھنے کے لیے صرف اَنگریزی جاننا کافی نہیں بلکہ تلافیٔ نقصان کا مطالبہ کرنے والے کو قانونی زبان سے بھی اچھی شُد بُد ہونی ضروری ہے یا پھر وہ کسی وکیل سے مدد لے اُس کی جو فیس وکیل کو دی جائے گی اُس کا اَندازہ آپ خود کر لیجیے۔

(۱۱) جس گاڑی کے کاغذات اِس وقت میرے سامنے ہیں اُس کی سال (2009ء) ''تھرڈ پارٹی اِنشورنس'' کی مطبع شدہ فیس 466 روپے ہے، وہیں اِس کی یہ تفصیل درج ہے کہ :

(i) پریمیم (یعنی خالص اِنشورنس کی فیس جو کمپنی کے لیے ہے) 400 روپے۔

(ii) اِنتظامی سرچارج (پتہ نہیں یہ کس کو ملتا ہے؟) 20 روپے۔

(iii) سینٹرل اَیکسائز ڈیوٹی 40 روپے۔

(iv) فیڈرل اِنشورنس فیس (اِس کا بھی پتہ نہیں کس کو ملتی ہے؟) 4 روپے۔

(v) اسٹمپ ڈیوٹی 2 روپے۔

میزان 466 روپے۔

اَب یہ فیس سالِ رواں 2013ء میں 470 روپے وصول کی گئی ہے۔

(۱۲) یہ فیس صرف ایک سال کے لیے کار آمد ہے اَگلے ہر سال کے لیے اَلگ فیس اَدا کرنا ضروری ہے۔

(۱۳) اِس فیس کی اَدائیگی پر کمپنی کی طرف سے جو ''اِنشورنس کا سرٹیفکیٹ'' پولیس کے چالان سے بچنے کے لیے گاڑی کے مالک کو ملتا ہے وہ گاڑی کے کسی نئے مالک کو منتقل نہیں کیا جاسکتا سال بھر میں اِس گاڑی کے جتنے مالک تبدیل ہوں گے اُن سب کو اپنی اپنی فیس اَلگ اَلگ اَدا کرنی ہوگی ورنہ سب کا چالان ہوگا۔

(۱۴) کمپنی سے تلافیٔ نقصان کی یہ حقیر رقم یعنی بیس ہزار روپے حاصل کرنے کے لیے جو طریقہ تحریر کیا گیا ہے اُسے اچھی طرح سمجھنا اَور اُس کے مطابق کارروائی پاکستان جیسے ملک میں کرنا عملاً کسی وکیل کے بغیر تقریبًا ناممکن ہے۔

(۱۵) کمپنی کا ہیڈ آفس لاہور میں اَور زونل آفس کراچی میں ہے۔ اَب خود ہی اَندازہ کر لیجیے کہ جس حادثے میں ''تھرڈ پارٹی'' کی جان یا گاڑی کو بھاری نقصان پہنچا ہے اَور وہ اِن دونوں شہروں سے دُور رہتا ہے اُس کی رسائی کمپنی کے دفتر تک کیسے ہوگی ؟

اُس کے لیے تو اپنے فوری علاج یا گاڑی کی مرمت ہی سب سے بڑا مشکل مسئلہ ہے، ایسے میں آپ تصور کیجیے وہ مصیبت زدہ اِنسان کیا صرف بیس ہزار روپے کے ''گول مول'' وعدے پر اپنی

قسمت آزمائی کے لیے وکیل کی فیس، لاہور یا کراچی کے سفر، وہاں کے قیام وطعام کے مصارف اَور ''اِنشورنس'' جیسے طاقتور اِدارے سے نامعلوم مدت تک مقدمہ بازی کی نئی مصیبت مول لینے کی ہمت یا حماقت کیسے کر سکے گا ؟ اَور اگر بالفرض وہ کراچی یا لاہور ہی میں ہے تب بھی کیا وہ بیس ہزار روپے سے کئی گنا زیادہ خرچ اَور یہ ساری مصیبتیں جھیلنے کے بجائے اِسی میں اپنی عافیت نہیں پائے گا کہ وہ کمپنی کے اِس موہوم وعدے کو بھول جائے اَور جو اِنشورنس فیس کمپنی نے اُس سے ہر سال وصول کی ہے اُسے بھی ''بھتہ مافیا'' کے بھتوں کی طرح ایک جبری ''بھتہ خوری'' سمجھ کر صبر کر بیٹھے بلکہ اَصل حقیقت تو یہ ہے کہ گاڑی کے مالکان عام طور سے یہ ''جبری بھتہ'' بھی دیگر سرکاری ٹیکسوں کی طرح کا ایک ٹیکس ہی سمجھ کر بے چوں وچرا مجبوراً دیتے رہتے ہیں۔

بہت سوں کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہ رقم سرکاری خزانے کے بجائے کمپنی کے سرمایہ داروں کے پاس جارہی ہے یوں تو یہ اِنشورنس فیس بظاہر صرف سینکڑوں میں ہوتی ہے مگر اِنشورنس کمپنی کے سرمائے میں اِس سے ہر سال کتنا زبردست اِضافہ ہوتا رہتا ہے کچھ اَعداد وشمار اِس کے بھی ملاحظہ ہوں :

کراچی ٹریفک پولیس کے ڈی آئی جی کی رپورٹ جو ۱۶؍اپریل ۲۰۰۸ء کو جاری ہوئی اُس کے مطابق کراچی میں کل رجسٹرڈ گاڑیوں کی تعداد ۲۰۰۷ء میں اَٹھارہ لاکھ نو ہزار پانچ سو تھی، اِس رپورٹ میں یہ تفصیل بھی دی گئی ہے کہ کراچی شہر میں ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۷ء تک ہر سال گاڑیوں میں کتنا اِضافہ ہوتا رہا ہے، اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر سال اِضافے کی شرح بھی بڑھتی چلی گئی ہے چنانچہ ۲۰۰۶ء میں ایک لاکھ اَٹھتر ہزار سات سو تریسٹھ گاڑیوں کا اِضافہ ہوا تھا اَور ۲۰۰۷ء میں ایک لاکھ اَٹھانوے ہزار سات سو تینتالیس گاڑیوں کا اِضافہ ہوا، اَب نئی رپورٹ جس میں ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۱ء تک کے اَعداد وشمار ہیں اُس کے مطابق کراچی شہر میں کل رجسٹرڈ گاڑیوں کی تعداد چھبیس لاکھ چودہ ہزار پانچ سو اَسی ہے، پیچھے تفصیل آچکی ہے کہ اِنشورنس فیس **466** روپے میں سے کمپنی کو **400** روپے ایک گاڑی پر ملتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ چھوٹی گاڑیوں مثلاً موٹر سائیکلوں کی فیس اِس سے کم اَور بڑی گاڑیوں مثلاً بس اَور ٹرک وغیرہ کی فیس اِس سے زیادہ ہوتی ہو۔

نیز معلوم ہوا کہ کمپنی ''سخاوت'' کرتے ہوئے بعض لوگوں اَور اِداروں کی فیس میں کچھ کمی بھی کردیتی ہے اِس لیے ہم کمپنی کے ساتھ رعایت کرتے ہوئے اِس کی فیس 400 روپے سے گھٹا کر 300 روپے فرض کرلیتے ہیں اَور ۲۰۱۱ء میں کراچی کی گاڑیوں کی تعداد چھبیس لاکھ چودہ ہزار پانچ سو اَسی کو تین سو سے ضرب دیتے ہیں تو ٹوٹل اَٹھتر کروڑ تینتالیس لاکھ چوہتر ہزار روپے (یا اِس سے کم وبیش) جو عوام سے کمپنی کو قانون کے زور پر دِلوائی گئی یہ زبردستی کی ''بھتہ خوری'' نہیں تو کیا ہے ؟

یہ تو صرف کراچی کے اَعداد و شمار ہیں، پورے پاکستان میں ۲۰۰۷ء میں گاڑیوں کی تعداد کیا تھی ؟ روزنامہ ''جنگ'' کے ''ڈیویلپمنٹ رپورٹنگ سیل'' کی رپورٹ مؤرخہ ۲۵/اگست ۲۰۰۸ء میں یہ تعداد باسٹھ لاکھ دس ہزار بتائی گئی ہے۔ اِس رپورٹ میں یہ واضح نہیں کہ اِس تعداد میں چھوٹی سے چھوٹی گاڑیاں مثلاً موٹر سائیکلیں اَور بڑی سے بڑی گاڑیاں مثلاً ٹرک، بسیں اَور ٹرالر بھی شامل ہیں یا نہیں ؟ جبکہ صرف کراچی شہر سے متعلق رپورٹ میں اِن سب قسم کی گاڑیوں کو شمار کیا گیا ہے۔

سالِ رواں ۲۰۱۳ء میں ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق پورے ملک میں گاڑیوں کی تعداد ستر لاکھ بتائی گئی ہے۔ پاکستان بھر کی گاڑیوں کی مذکور بالا تعداد ستر لاکھ میں بالفرض سب قسم کی گاڑیاں شمار کرلی گئی ہیں اِس تعداد کو تین سو سے ضرب دے کر جواب ''دواَرب دَس کروڑ روپے'' آتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اَگر یہ اَعداد و شمار دُرست ہیں تو صرف ایک سال میں اِس اِنشورنس کی فیس کمپنی (کمپنیوں) کو ''دواَرب دَس کروڑ روپے'' دِلوائی گئی ہے۔

پیچھے آچکا ہے کہ ہر سال گاڑیوں کی تعداد میں لاکھوں کے حساب سے اِضافہ ہو رہا ہے اِس لحاظ سے ہر سال کمپنی (کمپنیوں) کی اِنشورنس کی فیس میں بھی کروڑوں روپے کا اِضافہ ہو رہا ہے۔ عوام سے جن میں بھاری اَکثریت غریبوں اَور متوسط طبقے کی ہے اِنشورنس کمپنیوں کے لیے سالانہ اَربوں روپے کی ایسی لوٹ مار کو قانونی جواز فراہم کرنا، اِسے بیوروکریسی اَور سرمایہ داروں کی ملی بھگت کے سوا کیا نام دیا جائے ؟ (باقی صفحہ ۶۱)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

سجدہ سات اَعضاء پر اَور رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : اَلسُّجُوْدُ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْضَاءٍ اَلْیَدَیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ وَالْجَبْهَةِ ، وَرَفْعُ الْاَیْدِیْ اِذَا رَأَیْتَ الْبَیْتَ، وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَبِعَرَفَةَ وَعِنْدَ رَمْیِ الْجِمَارِ وَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ .

(مُعجم طبرانی کبیر ج۱۱ ص ۴۵۲)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا : سجدہ سات اَعضاء پر کیا کرو دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنے، اَور پیشانی پر، اَور رفع یدین اُس وقت کیا کرو جب تم بیت اللہ کو دیکھو، اَور صفا مروہ پر، وقوفِ عرفہ کے موقع پر، رمیِ جمار کے وقت اَور جب نماز کے لیے اِقامت کہہ دی جائے (یعنی نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت)۔''

عَنْ مِّقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ فِیْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ، وَاسْتِقْبَالِ الْبَیْتِ، وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَالْمَوْقِفَیْنِ وَعِنْدَ الْحَجَرِ .

(کشف الاستار ج ا ص ۲۵۱ ، شرح معانی الآثار ج ا ص ۵۴)

''حضرت عبداللہ بن عباس اَور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اَور وہ روایت کرتے ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ آپ نے فرمایا : رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے : (ا) نماز کے شروع میں (تکبیرِ تحریمہ کے وقت)

(۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت (۳) (۴) صفا و مروہ پر (۵، ۶) عرفات اَور مزدلفہ میں وقوف کے وقت (۷) رمیِ جمار کے وقت ۔''

مذکورہ دونوں حدیثوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں رفع یدین صرف نماز کے شروع میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت کرنا چاہیے اَور کسی جگہ نہیں، اَحناف اَور مالکیہ کا موقف یہی ہے وہ نماز میں فقط تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں اَور کسی جگہ نہیں، یہ حضرات اِن دوحدیثوں کے علاوہ اَور بھی بہت سی اَحادیث پیش کرتے ہیں جن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رفع یدین بس نماز کے شروع میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت کرنا چاہیے اَور کسی جگہ نہیں، رہیں وہ اَحادیث جن میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتے اَور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے اِن سب کا جواب اِن حضرات کی طرف سے یہ ہے کہ اِن تمام اَحادیث سے فقط یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اِن مقامات پر رفع یدین کیا تھا، اِتنی بات تو متفق علیہ ہے۔

رہا یہ کہ اِن مقامات پر کیا جانے والا رفع یدین باقی بھی رہا یا نہیں ؟ یہ بات مختلف فیہ ہے اَحناف اَور مالکیہ اِس کا اِنکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بعد میں یہ رفع یدین باقی نہیں رہا جس کی دیگر دَلیلوں کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پہلے نماز میں بہت زیادہ رفع یدین ہوتا تھا، تکبیرِ تحریمہ کے وقت بھی، رکوع میں جاتے اَور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت بھی، سجدہ میں جاتے وقت اَور اُٹھتے وقت بھی، دونوں سجدوں کے درمیان بھی اَور تیسری رکعت کے لیے اُٹھتے وقت بھی اَور ہر اُونچ نیچ میں بھی لیکن رفتہ رفتہ یہ تمام رفع یدین ختم ہو گئے، صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت کیا جانے والا رفع یدین باقی رہا۔

لہٰذا اَب وہی رفع یدین کرنا چاہیے باقی سب کو چھوڑ دینا چاہیے یہی وجہ ہے کہ ہم جب خلفاءِ راشدین کا عمل دیکھتے ہیں تو ہمیں صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عمر اَور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ یہ دونوں حضرات صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اَور کسی جگہ نہیں۔ اِن ہستیوں کا صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ باقی مقامات پر کیا جانے والا رفع یدین باقی نہیں رہا ورنہ یہ حضرات کبھی بھی اِس کو نہ چھوڑتے۔

اِسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حضور علیہ السلام کے سفر و حضر کے ساتھی تھے جن کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا ''اِبن اُمِ عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) تمہارے لیے جس چیز پر راضی ہوں اِس پر میں بھی راضی ہوں'' یہ بھی نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اَور مقام پر رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضورِ اَکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام جیسی نماز پڑھ کر نہ دِکھاؤں ؟ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اَور پہلی مرتبہ (تکبیرِ تحریمہ کے وقت) رفعِ یدین کرنے کے علاوہ کسی اَور جگہ رفعِ یدین نہیں کیا۔ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۵۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ عمل بھی صاف بتلا رہا ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ دیگر مقامات پر کیا جانے والا رفعِ یدین باقی نہیں رہا، اِسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اَور مقام پر رفعِ یدین نہیں کرتے تھے اَور حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ''اِبن اُمِ عبد تمہارے لیے جس چیز پر راضی ہوں اِس پر میں بھی راضی ہوں'' اِس کو اگر سامنے رکھا جائے تو پھر صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کرنے پر ہی آپ کی رضا معلوم ہوتی ہے، اَلحمدللہ اَحناف اِسی پر عمل پیرا ہیں۔

حج نہ کرنے یا حج میں تاخیر کے حیلے بہانے

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

بہت سے لوگوں پر حج فرض ہو چکا ہوتا ہے لیکن وہ حج اَدا کرنے میں بہت غفلت اَور لا پرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں اَور اِس بارے میں بے شمار حیلے بہانے اَور مختلف تاویلیں پیش کر کے جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ تاویلیں اَور بہانے اللہ کی پکڑ اَور آخرت کی رُسوائی سے نہیں بچا سکتے۔
خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جب کسی شخص کو اِتنی اِستطاعت حاصل ہو جائے کہ وہ حج کر سکے تو اُس پر فوراً حج فرض ہو جاتا ہے جس کے بعد بلا شرعی معقول عذر کے تاخیر یا ٹال مٹول کرنے سے اِنسان گناہگار ہوتا ہے اَور خدانخواستہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو پھر بہت وبال کا اَندیشہ ہے۔

حج فرض ہوجانے کے بعد حج کرنے سے پہلے فوت ہوجانے پر اَحادیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں اَور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی اِنسان کو معلوم نہیں کہ وہ کتنے عرصہ زِندہ رہ سکے گا اَور آئندہ اُس کو حج کرنا نصیب بھی ہو سکے گا یا نہیں بلکہ آئندہ مال بھی ہوگا یا نہیں لٰہذا حج فرض ہونے کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو یہ فریضہ اَدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْیَتَعَجَّلْ. (ابو داو‘د)

''حضرت اِبنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اَقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو حج کا اِرادہ کرے اُس کو جلدی کرنا چاہیے۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَجَّلُوْا اِلَی الْحَجِّ یَعْنِی الْفَرِیْضَۃَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَا یَدْرِیْ مَا یَعْرِضُ لَہٗ. (رواہ ابوالقاسم الاصبھانی ، الترغیب والترھیب ج ۲ ص۱۰۹ ، کنزالعمال ج۵ ص ۲۴)

''جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ فرض حج میں جلدی کرو، نہ معلوم کیا بات پیش آجائے۔''

فائدہ : ایک اَور حدیث میں اِرشاد ہے کہ حج میں جلدی کرو کسی کو بعد کی کیا خبر ہے کہ کوئی مرض پیش آجائے یا کوئی اَور ضرورت دَرمیان میں لاحق ہو جائے۔ایک اَور حدیث میں ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ جس کو حج کرنا ہے جلدی کرنا چاہیے کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے، کبھی سواری کا اِنتظام نہیں رہتا، کبھی اَور کوئی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے۔ایک اَور حدیث میں ہے کہ حج کرنے میں جلدی کرو نہ معلوم کیا عذر پیش آجائے۔(کنز العمال)

اِن اَحادیث کی بناء پر ائمہ میں سے ایک بڑی جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ جب کسی شخص پر حج فرض ہو جائے تو اُس کو فوراً اَدا کرنا واجب ہے تاخیر کرنے سے گنہگار ہوتا ہے۔(فضائل حج ملخص)

کیا حج بڑھاپے میں کرنے کا کام ہے ؟

بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ حج بڑھاپے کی عمر میں کرنے کا کام ہے لہٰذا جوانی میں یا جب تک عمر کا ایک بڑا حصہ نہ گزر جائے اُس وقت تک حج کرنے کی ضرورت نہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حج کا عمر کے کسی خاص حصہ سے تعلق نہیں ہے بلکہ اِس کا تعلق حج کی اِستطاعت اَور قدرت سے ہے، بالغ ہونے کے بعد سے جب بھی کسی کو اِستطاعت حاصل ہو جائے یہ فریضہ ذمہ میں لازم ہو جاتا ہے جس طرح نماز اَور روزہ بالغ ہوتے ہی اِنسان کے ذمے فرض ہو جاتے ہیں اَور اگر اِنسان زکوٰة کے نصاب کا مالک ہو تو زکوٰة بھی فرض ہو جاتی ہے اِسی طرح بالغ ہونے کے بعد جب بھی حج کی اِستطاعت ہو تو حج کا فریضہ عائد ہو جاتا ہے۔

اَور غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ حج کا اَصل مزہ جوانی ہی میں ہے، ایک تو اِس وجہ سے کہ حج میں جسمانی محنت اَور مشقت پیش آتی ہے بلکہ حج کے اَحکام اُسی وقت ذوق وشوق اَور زِندہ دِلی کے ساتھ ٹھیک طریقہ پر اَنجام دیے جاسکتے ہیں جبکہ اِنسان اِس کا متحمل ہو اَور اِنسانی قویٰ

اَور اَعضاء مضبوط ہوں اَور یہ بات عام طور پر جوانی میں ہی اِنسان کو حاصل ہوتی ہے نہ کہ بڑھاپے میں اَور بڑھاپے میں بھی اگرچہ اِنسان کسی نہ کسی طرح حج کر ہی لیتا ہے لیکن بہت سے کاموں کو ذوق وشوق کے ساتھ کرنے کی صرف حسرت ہی دِل میں رہ جاتی ہے۔

دُوسرے اِس وجہ سے کہ حدیث شریف میں جوانی کی عبادت کو بہت اہمیت دی گئی ہے اَور جوانی کے زمانے کی عبادت پر بڑے فضائل اَور خوشخبریاں سنائی گئی ہیں۔

تیسرے اِس وجہ سے کہ اگر اِخلاص اَور نیک نیتی کے ساتھ صحیح طریقہ پر حج کیا جائے تو تجربہ اَور مشاہدہ یہ ہے کہ وہ اِنسان کے دِل ودماغ میں ایک خاص اِنقلاب پیدا کرتا ہے جس سے اِنسان کے دِل میں نرمی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق اَور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں اِنسان کے لیے گناہوں، جرائم اَور بدعنوانیوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے اَور دل ودماغ کی اِس تبدیلی کی ضرورت بڑھاپے کی بہ نسبت جوانی میں زیادہ ہوتی ہے۔ ایک تو اِس لیے کہ جوانی میں نفس وشیطان کا غلبہ اَور گناہوں کے اِرتکاب کی طاقت اِنسان میں زیادہ ہوتی ہے، مشہور ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے اَور بڑھاپے میں تو اِنسان کے اَعضاء ویسے ہی جواب دے دیتے ہیں اَور بہت سے گناہوں سے بچنا اُس کے لیے خود بخود آسان ہوجاتا ہے، قبر میں پیر لٹک جانے کے اَور گناہوں سے پیٹ بھر لینے کے بعد تو ویسے بھی نیکیوں کی طرف توجہ ہونے لگتی ہے۔ ؎

دَر جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

کہ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے، پیغمبروں کا شیوہ یہ ہے کہ جوانی میں ظلم اَور گناہ سے توبہ کی جائے۔ دُوسرے اِس لیے اگر حج کی برکت سے جوانی میں ہی کسی کو ہدایت مِل جائے تو پھر آنے والی زِندگی میں خیر کی اُمید زیادہ ہوتی ہے اَور بڑھاپے تک کے لمبے عرصہ کی زندگی کا رُخ اَچھائی کی طرف مڑجاتا ہے لہٰذا حج فرض ہوجانے کے بعد جوانی ہی میں بڑھاپے کا اِنتظار کیے بغیر جلد اَز جلد حج کا فریضہ سراَنجام دینا چاہیے۔

حج سے پہلے نماز روزہ کا بہانہ :

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج پر اُس وقت جانا چاہیے کہ جب پہلے سے نماز روزے کے پابند ہو جائیں اَور وہ اِسی خیال میں ایک عرصہ گزار دیتے ہیں، نہ اُنہیں نماز روزے کی پابندی کی سعادت حاصل ہوتی ہے اَور نہ ہی حج کی۔ اِس بارے میں اُن لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اَوّل تو آپ کو نماز روزے کی پابندی سے کس نے منع کیا ہے جو پابندی نہیں کرتے ، کیا اَبھی نماز روزہ فرض نہیں ہوا ؟ اَور اگر فرض ہو چکا ہے تو پھر کیا رُکاوٹ ہے ؟ آج ہی سے اِس کی پابندی شروع کر دیجیے پھر حج نہ کرنے کا کیا عذر ہوگا ؟ دُوسرے حج علیحدہ سے فرض ہے اَور نماز روزہ علیحدہ سے فرض ہیں، ایک کی وجہ سے دُوسرے کو چھوڑنا کہاں کی عقلمندی ہے ؟ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ ایک شخص کو پیاس بھی لگی ہوئی ہو اَور بھوک بھی لگی ہو اَور پانی اَور کھانے دونوں چیزوں کا بندوبست بھی ہو لیکن وہ شخص نہ پانی پیتا ہے اَور نہ ہی کھانا کھاتا ہے، جب اُس کو بھوک کا علاج بتایا جاتا ہے کہ کھانا کھاؤ تو وہ جواب میں کہے کہ پہلے پانی پی لیں پھر کھانا کھائیں گے لیکن پانی بھی نوش نہیں فرماتے ، ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو یہی کہا جائے گا کہ آپ کو پانی پینے سے کس نے منع کیا ہے ؟ اَور اگر آپ پانی نہیں پیتے تب بھی کھانے کی ضرورت اپنی جگہ ہے اَور پانی کی ضرورت اپنی جگہ۔ بس اِسی مثال سے واضح ہو کہ اَصل بات یہ ہے کہ حج کرنا نہیں چاہتے ورنہ تو حج کا فرض ہونا نہ تو نماز روزے کی پابندی پر موقوف ہے اَور نہ ہی نماز روزے کا آج سے پابند ہونا اِختیار سے باہر ہے۔

حج کے بعد گناہ نہ ہو جانے کا بہانہ :

بعض لوگ حج فرض ہوتے ہی فورًا اِس لیے حج پر نہیں جاتے کہ حج کے بعد پھر کوئی گناہ نہ ہو جائے لہٰذا پہلے ہر قسم کے گناہوں سے فارغ ہو جائیں پھر زِندگی کے آخری دِنوں میں حج کریں گے تاکہ بعد میں پھر کوئی گناہ نہ کریں۔ یاد رکھیے کہ یہ بھی نفس و شیطان کا سکھایا ہوا صرف ایک بہانہ ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ زِندگی کے کتنے اَیّام باقی ہیں اَور کب موت آجائے گی۔ اِس کا تقاضا تو یہ ہے کہ

اِنسان ہر وقت کو اپنی زندگی کے آخری اَیّام سمجھے اَور اَگر خدانخواستہ زندگی کے آخری اَیّام کا اِنتظار کرتے کرتے موت آگئی تو پھر کیا ہوگا ؟ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حج کر لینے کے بعد گناہ کرنے کا اِختیار اَور خواہش بالکل ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ تو مرتے دم تک برقرار رہتی ہے اَور حج کرنے کے بعد بھی گناہ سے بچنے کے لیے اپنے اِختیار کو اِستعمال کرنا پڑتا ہے ورنہ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ آخری عمر میں بھی حج کر کے گناہوں سے نہیں بچتے تو جس طرح حج کے بعد اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کے لیے اپنے اِرادہ اَور اِختیار کو اِستعمال کرنا پڑتا ہے، وہ اِرادہ اَور اِختیار تو اللہ تعالیٰ نے آج بھی دیا ہوا ہے اُس کو اِستعمال کیجئے اَور آج ہی سے گناہوں کو چھوڑ دیجئے اَور سچی و پکی توبہ کر کے حج کے لیے تشریف لے جائیے۔ اَور اَگر بالفرض آج گناہ نہیں چھوڑتے تب بھی اِس کے اِنتظار میں حج کو مؤخر نہ کیجئے، کیا معلوم اللہ تعالیٰ حج کے فریضہ کی برکت سے گناہ چھوڑنے کی ہمت عطا فرمادیں اَور اَگر بعد میں بھی گناہ نہیں چھوٹے تب بھی حج اَدا کرنے سے کم اَز کم ایک بڑے گناہ (حج نہ کرنے) سے تو چھٹکارا ہو ہی جائے گا، یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ نہ دُوسرے گناہ چھوڑیں اَور اِس سے بڑھ کر مزید گناہوں کا ذخیرہ جمع کرتے چلے جائیں۔

پہلے کچھ کھا کما لیں :

بعض لوگ حج کے بارے میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ یہ وقت کھانے کمانے کا ہے، پہلے کچھ کھا کما لیں پھر حج کریں گے۔ یہ بھی نفس و شیطان کو دھوکہ ہے، ایسے لوگ اَصل میں یہ سمجھتے ہیں کہ حج سے پہلے کاروبار میں دھوکہ، فریب، جھوٹ، سود، رِشوت، کم تولنا، کم ناپنا، نقلی کو اَصلی بتا کر بیچنا، سب چلتا ہے، حج سے آنے کے بعد اگر یہ گناہ کیے تو بڑی بدنامی ہوگی، لوگ کہیں گے حاجی صاحب ہو کر ایسا کام کرتے ہیں اِس لیے وہ جوانی میں حج نہیں کرتے اَور جب بوڑھے ہو جائیں گے اَور کسی قابل نہ رہیں گے تو حج کرنے جائیں گے تاکہ واپس آنے کے بعد حج کی نیک نامی باقی رہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اِس دھوکہ سے بچیں اَور مذکورہ گناہوں سے توبہ کریں اَور صحت و جوانی میں حج کریں۔

گھر میں حج کا ماحول نہیں :

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ حج فرض ہونے کے باوجود ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں اَور جب حج کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ماحول نہیں ہے، اِس قسم کی ہمارے یہاں باتیں نہیں ہوتی اَور جب تک ماحول نہ ہوا ایسا کرنے کا فائدہ کیا ؟ حالانکہ وہ ہر سال تمام بچوں اَور گھر والوں کے ساتھ مع ملازمین مری اَور سوات گھومنے جائیں گے، سنگاپور، پیرس اَور لندن جائیں گے لیکن نہیں جائیں گے تو حج کے لیے نہیں جائیں گے۔ حج کے لیے ماحول نہ ہونے کا بہانہ کریں گے مگر یہ بہانہ آخرت میں نہ چل سکے گا اَور اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ سوچ لیں ! کیا گھر کا ماحول خراب ہونا حج فرض ہونے میں مانع ہے ؟ اَور کیا گھر کا ماحول شریعت کے مطابق کرنا ضروری نہیں۔

پہلے والدین کو حج کرانا :

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اَولاد اپنے ماں باپ کو حج نہ کرائے اَور ماں باپ حج نہ کرلیں اُس وقت تک اَولاد حج نہیں کرسکتی، اِس لیے پہلے وہ والدین کو حج کرانے کی فکر کرتے ہیں جبکہ والدین پر حج فرض نہیں ہوتا اَور اِس طرح اَولاد اَپنا حج فرض اَدا نہیں کرتے، یہ بھی سراسر غلط ہے۔ اَولاد پر ماں باپ کو حج کرانا ہرگز فرض نہیں، اَگر اَولاد پر حج فرض ہوجائے تو پہلے وہ اَپنا حج کریں پھر اگر اللہ پاک مزید اِستطاعت دیں تو والدین کو بھی حج کرادیں۔

پہلے گھر کے سربراہ کا حج کرنا :

بعض گھرانوں میں یہ رواج بھی دیکھنے میں آیا کہ جب تک گھر کا بڑا فرد حج نہ کرلے اُس وقت تک چھوٹے حج کرنا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ بعض گھرانوں میں اِس کو ایک عیب سمجھا جاتا ہے کہ چھوٹا بڑے سے پہلے حج کر آئے حالانکہ دُوسری عبادتوں یعنی نماز، روزے اَور زکوٰۃ کی طرح حج بھی ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر شخص پر اِنفرادی طور سے عائد ہوتا ہے خواہ کسی دُوسرے نے حج کیا ہو یا نہ کیا ہو، اگر گھر کے کسی چھوٹے فرد کے پاس حج کی اِستطاعت ہے تو اُس پر حج فرض ہے، اگر بڑے کے پاس

اِستطاعت نہ ہو یا اِستطاعت کے باوجود وہ حج نہ کررہا ہوتو نہ اِس سے چھوٹے کا فریضہ ساقط ہوتا ہے، نہ اِسے مؤخر کرنے کا کوئی جواز پیدا ہوتا ہے۔

بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کا عذر :

بعض لوگ وہ ہیں جن پر حج فرض ہے اَور اُن کے پاس اِس قدر پیسے ہیں جس سے وہ خود تو حج کر سکتے ہیں اَلبتہ اپنی بیوی یا والدہ کو حج پر لے جانے کی اِستطاعت نہیں رکھتے لیکن وہ بیوی یا والدہ کے اِصرار کی وجہ سے یا اپنی مرضی سے اِس اِنتظار میں رہتے ہیں کہ جب بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے قابل ہوں گے اُس وقت میاں بیوی یا والدہ کو لے کر دونوں ساتھ حج کرنے جائیں گے۔ واضح رہے کہ بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے اِنتظار میں حج کو مؤخر کرنا دُرست نہیں اَور بیوی یا والدہ کو بھی اپنی وجہ سے شوہر یا بیٹے کو حج فرض اَدا کرنے سے روکنا درست نہیں۔ خاوند کو چاہیے کہ اِس وقت وہ خود حج اَدا کرے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو بیوی کو بھی حج کرادے۔

اپنی شادی کا بہانہ :

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک اِنسان کی شادی نہ ہوجائے اُس وقت تک حج فرض نہیں ہوتا خواہ کوئی عاقل بالغ ہوگیا ہو اَور کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو، یہ بھی جہالت ہے کیونکہ حج فرض ہونے کا شادی بیاہ سے تعلق نہیں، لہٰذا اَگر کسی شخص پر حج فرض ہوگیا ہو لیکن وہ غیر شادی شدہ ہو تب بھی اُس کو حج کرنا فرض ہے بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک بھی ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے لہٰذا شادی کے اِنتظار میں حج کو مؤخر کرنا گناہ ہے اَور اَگر کوئی سنت کے مطابق نکاح کا بندوبست کرے تو نکاح بھی جلدی ہوسکتا ہے اَور خدانخواستہ بغیر حج کیے فوت ہوگیا تو آخرت میں مؤاخذہ کا اَندیشہ ہے اَور کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اپنی شادی تک زندہ بھی رہ سکے گا یا نہیں، پھر اگر شادی اَور حج دونوں سے پہلے ہی دُنیا سے رُخصت ہوگیا تو اِس کی مثال ایسی ہی ہوگی ۔

نہ خدا ہی مِلا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ہم

بچیوں کی شادی کا مسئلہ :

کچھ لوگ یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ بھائی پہلے ہی بچیاں سیانی گھر بیٹھی ہیں پہلے اِن کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں باقی چیزیں بعد کی ہیں۔ بچیوں کی شادی سے فراغت کے بعد حج کا پروگرام بنائیں گے جبکہ بچیوں کی اَبھی نہ منگنی ہوئی ہے نہ سامنے کوئی رشتہ ہے اَور کچھ معلوم نہیں کب اِن کی شادی ہوگی یا اَگر منگنی ہو بھی گئی تو بھی نکاح رُخصتی وغیرہ باقی ہے اَور اِس فریضے کو پہلے اَدا کرنا ضروری ہے حالانکہ شرعًا یہ بھی حج کی تاخیر کے لیے عذر نہیں ہے۔ اِس لیے اِن کے نکاح کے اِنتظار میں حج فرض کو مؤخر کرنا دُرست نہیں، اِن کی حفاظت کا تسلی بخش اِنتظام کر کے حج کے لیے جانا چاہیے۔

بچوں کو کس کے حوالے کریں ؟

بعض لوگ خصوصًا عورتیں یہ بہانہ بناتی ہیں کہ اَبھی بچے چھوٹے ہیں اَور ہم نے کبھی بچوں کو اَکیلا نہیں چھوڑا، اِنہیں اَکیلا چھوڑ کر کیسے جائیں ؟ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے۔ اِن کو اگر کسی دُوسری جگہ کا سفر پیش آجائے یا کسی مرض کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑے تو اُس وقت چھوٹے بچوں کا سب اِنتظام ہو جاتا ہے، جب وہاں اِنتظام ہو سکتا ہے تو حج کے لیے جانے پر بھی اِنتظام ہو سکتا ہے۔ اِس لیے بچوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے حج اَدا کرنے کی فکر کرنی چاہیے (اَلبتہ اَگر بچوں کی حفاظت کا مناسب اِنتظام نہ ہو سکے جس کی وجہ سے اُن کے ضائع ہونے کا اَندیشہ ہو اَور ساتھ لے جانا بھی مشکل ہو تو پھر اپنے حالات کے مطابق معتبر اہلِ فتوٰی سے رجوع کرنا چاہیے)۔

کاروبار کس کے حوالے کریں ؟

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ بچے بھی چھوٹے ہیں اَور کاروبار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے اِس لیے بچے جب بڑے ہو جائیں گے اَور کاروبار سنبھال لیں گے تو پھر حج پر جائیں گے۔ یہ بھی محض نفس کا بہانہ اَور حج کرنے سے جی چرانا ہے۔ نہ معلوم کب بچے بڑے ہوں اَور کب وہ کاروبار سنبھالیں اگر بچوں کا پہلے ہی اِنتقال ہو گیا یا بڑے میاں کا وقت پہلے ہی آگیا تو پھر حج کا کیا ہوگا ؟ بہرحال کسی قابلِ اعتماد شخص کو کاروبار سپرد کر کے حج کے لیے جائیں اَور اگر کوئی بھروسہ کا آدمی

نہ ملے تو دُکان بند کر کے حج کے لیے جائیں۔

حج کے بجائے عمرہ کرنا :

بعض لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے اُن کے پاس مال و دولت کا ڈھیر جمع رہتا ہے لیکن یہ لوگ حج کا فریضہ اَدا نہیں کرتے اَلبتہ یہ لوگ عمروں پر عمرے کرتے رہتے ہیں حالانکہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اُس کو حج کرنا چاہیے، عمرہ بھی اپنی جگہ بہت بڑی سعادت ہے مگر یہ حج کا متبادل نہیں لہٰذا عمرہ کا اِتنا اہتمام کرنا اَور اِس کے مقابلے میں فرضیت کے باوجود حج کرنے کا اہتمام نہ کرنا بہت غلط بات ہے۔

فائدہ : لہٰذا جس شخص پر شرعی اُصولوں کی روشنی میں حج فرض ہو چکا ہواُسے جلد اَز جلد یہ فریضہ اَدا کرنا چاہیے اَور نفسانی، شیطانی و رَواجی حیلے بہانوں سے بچنا چاہیے ورنہ قیامت کے روز یہ بہانے اللہ تعالیٰ کی پکڑ اَور آخرت کی رُسوائی سے نہیں بچا سکتے۔

✿ ✿ ✿

بقیہ : نظامِ سرمایہ داری کی لوٹ مار کا ایک اَور کرتب

یہ ایک چھوٹا سا ''چور دَروازہ'' ہے جس سے آپ دیکھ رہے ہیں، عوام کی دولت کیسی معصومیت اَور خوبصورتی کے ساتھ سرمایہ دَاروں کی جھولی میں ڈال دی جاتی ہے، نظامِ سرمایہ داری کا اِس نظر سے تفصیلی جائزہ لیا جائے تو نہ جانے ایسے کتنے چھوٹے بڑے خوبصورت ''چور دَروازے'' دیکھنے کو مِل جائیں گے اَور اِن کو اِیجاد کرنے والی ''یہودی ذہن کی چالاکی'' کی دَاد دینی پڑے گی۔

غرض نظامِ سرمایہ داری ایک ایسی خوبصورت چکّی ہے جس کا ایک پاٹ بیوروکریسی (حکمران) اَور دُوسرا پاٹ وہ سرمایہ دَار ہوتے ہیں جو حلال و حرام کی پابندیوں سے آزاد ہوں، اِن دو پاٹوں کے دَرمیان عوام کو اِنتہائی بے رحمی کے ساتھ ''جمہوریت'' کے نام پر اِس چالاکی سے پیسا جاتا ہے کہ پسنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ پیسنے والا کون ہے ؟

دامن پہ کوئی چھینٹ، نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو !

✿ ✿ ✿ (ماخوذ اَز : ماہنامہ وفاق المدارس ملتان جولائی ۲۰۱۳ء) ✿ ✿ ✿

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

بحمد اللہ خانقاہِ حامدیہ میں حسبِ معمول گزشتہ برسوں کی طرح اِس برس بھی رمضان المبارک میں ملک کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے سالکانِ طریقت نے مسجد حامدؒ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں اِعتکاف کیا اَور سلوک و احسان، ریاضت و مجاہدہ میں مشغول و مصروف رہے۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم کی جانب سے مسترشدین و مریدین کے لیے کچھ اِجتماعی اعمال اَور کچھ حسبِ حال ہر ایک کے لیے اِنفرادی اعمال کی ہدایات تھیں۔

۱۱؍شوال المکرّم/ ۱۹؍اگست سے جامعہ مدنیہ جدید میں نئے تعلیمی سال کے داخلے شروع ہوئے اَور کثیر تعداد میں طلباء کی آمد شروع ہوگئی، اِسی روز سے تعلیم کا آغاز ہوگیا، والحمد للہ۔

۲۲؍اگست بروز جمعرات بعد اَز نمازِ ظہر شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بھائی وقاص صاحب کی دعوت پر جھنگ کے لیے روانہ ہوئے اَور بعد نمازِ عصر جھنگ پہنچ گئے، حضرت کی تشریف آوری پر وقاص صاحب نے بعد نمازِ عشاء مسجد شانِ رحمٰن میں حضرت کا بیان رکھوایا۔ حضرت نے تزکیہ نفس کے موضوع پر بیان فرمایا۔ حضرت کا قیام و طعام بھائی وقاص صاحب کی رہائشگاہ پر تھا، اَگلی صبح بعد نماز فجر مسجد میں بیان فرمایا، بعد اَزاں دوپہر ایک بجے حضرت صاحب جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے مسجد سیّدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب نے قرآنِ مجید کی آیت کریمہ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کی تشریح کرتے ہوئے صبر اَور نماز کے موضوع پر نہایت جامع بیان فرمایا۔ بعد اَز نماز جمعہ کچھ حضرات حضرت صاحب سے بیعت ہوئے پھر حضرت صاحب نے دوپہر کا تناول فرما کر بھائی وقاص صاحب اَور دُوسرے ساتھیوں سے اِجازت چاہی اَور ڈیرہ اِسماعیل خان کے لیے روانہ ہوئے۔

عشاء کے قریب ڈیرہ اِسماعیل خان پہنچ کر رات کا قیام و طعام حاجی غلام مصطفٰی صاحب کی رہائشگاہ

پر فرمایا، اَگلی صبح حاجی اَمان اللہ صاحب مدظلہم کے بڑے بیٹے کی اہلیہ محترمہ کی تعزیت کے لیے لکی مروت تشریف لے گئے۔ بعد اَزاں راستہ میں جامعہ مدنیہ جدید کے طلباء کی خواہش پر تاجہ زئی کے مقام پر وہاں کی جامع مسجد میں بعد اَز نمازِ ظہر اِیمان اَفروز بیان فرمایا۔ مغرب سے پہلے لنڈ یواہ لکی مروت پہنچ کر حاجی عبدالرشید صاحب سے تعزیت کی اَور رات کا قیام حاجی صاحب کے گھر پر فرمایا۔

فاضل جامعہ مدنیہ جدید مولانا سہیل صاحب کی دعوت پر مدرسہ اَنوارِ حق ختم نبوت میں نئے سال کے اَسباق کا اِفتتاح کرانے کے لیے دِن کے دس بجے لکی مروت سے کوہاٹ کے لیے روانہ ہوئے، کوہاٹ میں حضرت صاحب کی آمد پر جامعہ مدنیہ جدید کے طلباء وفضلاء اَور مقامی علماءِ کرام کی کثیر تعداد ملاقات کے لیے آئی ہوئی تھی۔ بعد اَز نماز ظہر مدرسہ میں اَسباق کا اِفتتاح کرایا اَور چوک اعظم فاروق جامع مسجد علی مرتضیٰؓ میں علم کی اہمیت اَور ضرورت پر بیان فرمایا۔

وقت کی قلت اَور مدرسہ کے کاموں کی وجہ سے کوہاٹ کے علماءِ کرام وطلباء اَور مقامی حضرات سے اِجازت چاہی اَور لاہور کے لیے روانہ ہوئے، رات ڈھائی بجے بخیریت گھر پہنچ گئے، والحمدللہ۔

۞ ۞ ۞

وفیات

۲۴؍اگست کو لاہور میں جناب ظفر اِقبال صاحب اَیڈووکیٹ طویل علالت کے بعد اِنتقال فرما گئے۔ مرحوم بڑے حضرتؒ کے عقیدت مندوں میں سے تھے اَور اِدارہ کے ساتھ نہایت اِخلاص اَور دَردمندی کا تعلق رکھتے تھے۔

۱۰؍اگست کو حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کے جواں سال بھتیجے محمد حسن شہزاد سڑک کے ناگہانی حادثہ میں وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اَعلیٰ مقام عطا فرمائے اَور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اَور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیزو اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور